سیرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

مولانا حکیم عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم پبلیکیشنز
MUSLIM PUBLICATIONS

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

سیرت فاطمة الزهراء

رضی اللہ عنہا

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلم پبلیکیشنز

تاسیس: مولانا حکیم عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ بنام "مسلمان کمپنی" 1921ء
بانی و مدیر ہفت روزہ "مسلمان"

تجدید: مولانا حکیم محمد ادریس فاروقی رحمۃ اللہ علیہ بنام "مسلم پبلی کیشنز" 1970ء
بانی و سابق چیف ایڈیٹر ماہنامہ ضیائے حدیث، لاہور

کتاب:
سیرتِ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

تالیف:
مولانا حکیم عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ

اہتمام:
حافظ عبدالوحید سوہدروی حفظہ اللہ

اشاعت:
اگست 2015

[illegible]

- 12 عثمان غنی روڈ، سنت نگر، لاہور 042-37249678
- 25 ہادیہ حلیمہ سنٹر، اردو بازار، لاہور 042-37247266

0322-4044013 , 0321-4259678

ہماری کتب مل سکتی ہیں

- لاہور: 36 لوئر مال، دارالسلام
  دارالسلام، ڈیفنس، دارالسلام، پیکو روڈ، دارالسلام اُردو بازار
- مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار
- کتاب سرائے، اردو بازار
- فیصل آباد: مکتبہ اسلامیہ، کوتوالی روڈ
- مکتبہ اہلحدیث، امین پور بازار
- گوجرانوالہ: نعمانی کتب خانہ، اردو بازار
- حدیبیہ، پیپلز کالونی
- راولپنڈی: مکتبہ عائشہ، کمیٹی چوک
- کراچی: دارالسلام، مین طارق روڈ
- فضلی سنز، اردو بازار
- اسلام آباد: دارالسلام، F8 مرکز
- گجرات: دارالایمان، نزد فوارہ چوک
- کوئٹہ: مکتبۃ الھدیٰ، شیرانی مارکیٹ آرچر روڈ
- سیالکوٹ: الفرقان، بانو بازار متصل اردو بازار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست

دیباچہ
سیدہ بتول رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں
گلہائے عقیدت
عائشہ و فاطمہ رضی اللہ عنہما
پردۂ ناموس ما
اسوۂ کامل بتول رضی اللہ عنہا
تیرا اسم گرامی ہے بڑا ہی محترم
زہراء رضی اللہ عنہا
عرض ناشر
مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ
سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا
ولادت اور ابتدائی حالات
① زھراء
② زاکیہ یا زکیہ
③ راضیہ
④ بتول
ام الحسنین رضی اللہ عنہما
ام الائمہ
اُم الھاد
کریمۃ الطرفین
بچپن
تعلیم و تربیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باپ، بیٹی کی محبت	[illegible]
شادی	[illegible]
خانہ داری	[illegible]
پردہ	[illegible]
سنت کی پیروی	[illegible]
سوتیلی ماؤں کی اطاعت	[illegible]
شوہر کی فرمانبرداری	[illegible]
شکر رنجی	[illegible]
اقرباء سے محبت	[illegible]
خدمت خلق	[illegible]
ناداری اور قناعت	[illegible]
ایک نکتہ	[illegible]
سادگی	[illegible]
زہد و عبادت	114
خیرات وسخاوت	121
فضیلت ومنقبت	125
فرقت رسول ﷺ	133
اولاد	137
حسن رضی اللہ عنہ	137
حسین رضی اللہ عنہ	137
ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ	138
زینب رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ	13[illegible]
وفات	141

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرض ناشر

سیر و سوانح کا موضوع دلچسپ بھی ہے اور معلومات افزاء بھی، سبق آموز بھی ہے اور دل سوز بھی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ موضوع کردار سازی کی جامع تحریک بھی ہے۔

اس نقطۂ نظر سے ادارہ ''مسلم پبلی کیشنز'' سیر و سوانح کو منظر عام پر لانے کا سلسلہ جاری کیے ہوئے ہے اس سلسلے کی ایک کڑی آپ کے مشتاق ہاتھوں میں ''سیرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا'' ہے یہ کتاب جہاں جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ بتول حضرت فاطمۃ الزہراء کی سیرت، کردار اور اخلاق و گفتار کو واضح کرتی ہے وہاں یہ مصنف رحمہ اللہ کی اہل بیت سے دلی محبت کا گہرا ثبوت بھی ہے۔

اس سے قبل اس کتاب کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اب ادارے کو اسے نئے انداز میں اور تخریج کے ساتھ شائع کرنے کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔ فللہ الحمد علی ذلك۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مصنف رحمہ اللہ، قارئین کرام اور ادارے کے رفقاء کے لیے نافع بنائے۔ اور خصوصاً اس کتاب کے ذریعے سے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتی مغربی تہذیب کی دلدادہ بہنوں اور خواتین اسلام کے لیے ''سیدہ نساء اھل الجنۃ'' کی سیرت مطہرہ کو شعلہ نوا قندیل بنا دے۔ آمین

خیر اندیش

محمد نعمان فاروقی، اگست 2015

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیباچہ

وہ کون مسلمان ہے، جس نے فاطمۃ الزہراؓ کا نام نامی و اسم گرامی نہ سنا ہو بچہ بچہ آپ سے آشنا ہے، ساری اسلامی دنیا ان کا ادب و احترام کرتی ہے۔ لیکن کبھی آپ نے یہ بھی سوچا ہے کہ ان کو یہ عزت و عظمت کیوں ملی؟ اور ان میں وہ کیا خوبی اور کیا خصوصیت تھی جس کی وجہ سے ان کی اتنی قدردانی اور عزت افزائی ہوئی؟

اس کا جواب غالباً یہ ملے گا! کہ حضرت فاطمہ ؓ چونکہ پیغمبر خدا ﷺ کی بیٹی ہیں۔ اس لیے عالم اسلام ان کا احترام کرتا اور انہیں لائق قدر و توقیر سمجھتا ہے۔

مگر یہ جواب محل نظر ہے! اس لیے کہ یہ کوئی لگا بندھا اصول اور قاعدہ کلیہ نہیں کہ نبیوں اور رسولوں کی اولاد ضرور ہی عزت و احترام کے لائق ہو، اور مخلوق اس کی قدر و توقیر کرنے پر مجبور ہو۔ اس سے انکار نہیں کہ اولاد نبی کی عزت کا ایک سبب یہ بھی ہے۔ لیکن ایک یہی سبب نہیں بلکہ اور اسباب بھی ہیں۔ تاریخ کے اوراق الٹے جائیں تو حالات آپ کو بتائیں گے کہ نبی یا رسول کی محض اولاد ہونا ہی اس کی تعظیم و تکریم کا باعث نہیں ہوتا بلکہ واجب الاحترام اور قابل عزت ہونے کے اسباب کچھ اور بھی ہوتے ہیں جب تک وہ اسباب ساتھ شامل نہ ہوں بات نہیں بنتی، جن کی تفصیل آپ کو اگلے صفحات میں ملے گی۔

مثال کے طور پر آپ نوح علیہ السلام کو دیکھیے۔ آپ اللہ کے نبی تھے۔ جب ان کی قوم پر نافرمانیوں اور سرکشیوں کی وجہ سے عذاب آنے لگا تو خدائے کریم نے ان سے وعدہ کیا کہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

میں تمہارے اہل کو بچاؤں گا۔ چنانچہ طوفان آ گیا نوح علیہ السلام کی کشتی پانی میں تیرنے لگی۔ لیکن ان کا حقیقی بیٹا کنعان غرق ہو گیا۔ آپ نے عرض کی خداوند عالم! تو نے میرے اہل کو بچانے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ جواب ملا اے نوح! اسے ڈوبنے دے۔ یہ بدبخت ہرگز تیرے اہل سے نہیں۔ تیرے اہل سے وہ ہیں جو تیرے فرمانبردار ہیں اور کشتی میں تیرا ساتھ دے رہے ہیں۔ پس نوح علیہ السلام کا بیٹا چونکہ باپ کے سایۂ ہدایت سے دور رہا۔ کافروں کی صحبت میں رہا......... مشرکین ومنکرین سے مل کر اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کے حکموں اور فرمانوں کا مذاق اڑاتا رہا۔ اس لیے وہ فرزند رسول ہونے کے باوجود غرق ہو گیا۔ اور اس فخر اور گھمنڈ نے کہ وہ نبی کا بیٹا ہے اس کی کوئی مدد نہ کی۔ سعدی رحمہ اللہ نے خوب کہا ہے:

پسر نوح بابداں بنشست
خاندان نبوتش گم شد
سگ اصحاب کہف روزے چند
پئے نیکاں گرفت مردم شد

”مطلب یہ کہ نوح پیغمبر کا بیٹا بروں کی مجلس اختیار کرنے کی وجہ سے خاندان نبوت سے کٹ گیا۔ اور اس کے برعکس کتا جو ایک حقیر و ذلیل جانور ہے، اصحاب کہف رحمہم اللہ جیسے نیک لوگوں کی معیت میں رہ کر مرتبہ پا گیا۔“

یہ اور اس قسم کی دوسری مثالیں واضح کرتی ہیں کہ انبیاء و اولیاء یا بزرگان دین وقوم کی محض اولاد ہونے کی وجہ سے کوئی عزت وعظمت حاصل نہیں ہو سکتی جب تک اعمال اچھے نہ ہوں۔ اطوار بھلے نہ ہوں۔ تربیت اچھی نہ ہو۔ دل و دماغ میں نیکی اور پرہیز گاری کے پاکیزہ جذبات نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کی شریعت اور اس کے احکام وارشاد کی اطاعت نہ کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جائے، اور جب تک اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول کا پورا فرمانبردار اور بہر پہلو نیکوکار نہ بنایا جائے۔ محض نسبتیں کام نہیں دے سکتیں۔

دیکھ لیجیے! یوسف علیہ السلام بھی انہیں یعقوب علیہ السلام پیغمبر کے بیٹے تھے جن کے گیارہ فرزند اور بھی تھے۔ لیکن جناب یوسف علیہ السلام نے باپ کی صحبت اختیار کی۔ انہیں سے تربیت حاصل کی، لہٰذا انہوں نے دین و دنیا میں سربلندی وسرفرازی پائی۔ اللہ تعالیٰ سے انہیں دو انعام عطا ہوئے۔ اول یہ کہ وہ کرسی نبوت کی زینت بنے۔ اور دوم تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوئے۔ لیکن ان کے دوسرے بھائی چونکہ اس قدر ربیت نہ پا سکے تھے۔ اور باپ کی صحبتوں سے فیض یاب نہ ہو سکے تھے۔ اس لیے ان کی ساری عمر ڈنگر ڈھور چرانے، لکڑیاں کاٹنے، گھاس کھودنے اور مار دھاڑ کرنے میں بسر ہوئی۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی یہ خوبی، یہ عظمت، یہ حرمت اور یہ عزت اسی وجہ سے ملی کہ انہوں نے اپنے بزرگ باپ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے زیر سایہ تربیت پائی تھی۔ ایک رسول اور نبی کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے گھر والوں کا استاد و مبلغ بنے اور اپنے خاندان، اپنے کنبہ، اپنی برادری، اپنے اہل و عیال اور اپنی اولاد سے تبلیغ و تربیت شروع کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حکم الٰہی کے ماتحت ایسا ہی کیا کہ جس طرح گھر کے دوسرے لوگوں کو تربیت فرمائی، اسی طرح اپنی اولاد کو بھی اعلیٰ درجہ کی ٹریننگ دی۔ اور اسے اس بلند مرتبہ پر پہنچا دیا کہ کوئی کسی بات اور کسی معاملہ میں بھی اس پر حرف زنی اور انگشت نمائی نہ کر سکے، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور چہیتی بیٹی تھیں، بچپن سے لے کر جوانی تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے سایۂ رحمت و عاطفت میں رہیں، اس لیے وہ بہترین تربیت پا گئیں، اور جملہ اعمال وافعال اور عادات اور خصائل میں اپنے مقدس باپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ بن گئیں۔

پھر ان کو شوہر محترم (یعنی علی رضی اللہ عنہ) بھی ایسے ملے جو اپنے خسر صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے شاگرد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور تربیت یافتہ تھے، اس نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام دینی اور دنیوی امور میں ماہرہ کاملہ ہوگئیں۔ یہ ہے سبب جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کے عزت پانے کا اسی لیے ان کو سَيِّدَةُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ [1] اور سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ [2] کے خطابات ملے۔ اور اسی لیے ان کے متعلق فرمایا گیا کہ ((فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي فَمَنْ أَغْضَبَهَا فَقَدْ أَغْضَبَنِي))۔ [3] ''یہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تو میرے جگر کا ٹکڑا ہے پس جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔'' یہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اطاعت وفرمانبرداری ہی تھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اس کے حق کے مطابق مانا اور جانا۔ اپنے باپ کے بلندترین مقام کو پہچانا اور ان کے ہر حکم کی تعمیل فرمائی۔ حکم عدولی کا کبھی تصور بھی نہیں کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اولاد اور اپنے اہل وعیال کی جس طور پر تعلیم وتربیت فرماتے تھے وہ سب مسلمانوں کے لیے سبق آموز ہے۔ ذرا بھی کسی سے کوئی غلطی ہوتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوراً روک ٹوک دیتے کہ یوں نہیں یوں کرنا چاہیے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی ہی پیاری بیٹی تھیں۔ مگر جب ان سے بھی کوئی غلطی ہوجاتی، تو آپ فرماتے:

((اِتَّقِي اللّٰهَ يَا فَاطِمَةُ! أَدِّي فَرِيضَةَ رَبِّكِ))۔

''اے فاطمہ! اللہ سے ڈرو اللہ تعالیٰ نے جو فرائض تم پر عائد کیے ہیں انہیں ادا کرتی رہو۔'' [4]

[1] صحيح البخاري، الاستئذان، باب من ناجى بين يدى الناس الخ، حديث: 6286,6285 و صحيح مسلم، فضائل الصحابه، باب فضائل فاطمة بنت النبي ﷺ، حديث: 2450 والمستدرك للحاكم: 170/3، حديث: 4740. [2] صحيح البخاري، المناقب، باب علامات النبوة في الاسلام، حديث: 3624. [3] صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب فاطمة، حديث: 3714. [4] سنن أبي داود، الخراج، باب في بيان مواضع قسم الخمس و سهم ذي القربى، حديث: 2988.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک بار محترمہ سیدہ نے کسی کو گدھا یا کوئی ایسا ہی برا لفظ کہا۔ حضور ﷺ نے سنا، تو فرمایا:

((يَا فَاطِمَةُ اِعْمَلِي اِعْمَلِي اِعْمَلِي)).

''اے فاطمہ! اچھے عمل کر، اچھے عمل کر۔''

اوراس بات پر مت اترا کہ تو رسول کی بیٹی ہے جب تک تو اچھے عمل نہ کرے گی اور نیک و صالح نہ بنے گی۔ ہرگز نہ بخشی جائے گی۔

یہ غلط ہے کہ حضور ﷺ کو فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے سوا اپنی دوسری اولاد سے محبت نہ تھی حضور ﷺ جس طرح سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے پیار کرتے تھے اسی طرح دوسری اولاد کو بھی عزیز رکھتے تھے حتیٰ کہ حضور ﷺ اپنی اولاد ربیبہ (جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند سے تھی) کے ساتھ بھی حقیقی اولاد کی طرح محبت کرتے اوراس کی تربیت فرماتے تھے۔ البتہ یہ عام قاعدہ ہے کہ سب سے چھوٹا بچہ زیادہ پیارا ہوتا ہے اوراس کی طرف ماں باپ کی زیادہ توجہ ہوتی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ والدین چاہتے ہیں کہ یہ ہماری زندگی ہی میں پروان چڑھ جائے، اورجلد از جلد تربیت پاکرعلوم وفنون میں ماہراور تعلیم و تربیت میں مکمل ہوجائے، ہمارے بعد نامعلوم اس کا کیا حال ہو، اسے تعلیم پانے اور کسی قسم کی تربیت لینے کا موقع ملے یا نہ ملے۔ رب جانے اس کے پسماندگان اس سے کیا سلوک کریں؟ پس چونکہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں اس لیے آپ ﷺ کو سب سے پیاری تھیں۔ اوراسی خیال سے حضور ﷺ نے بھی بہت چھوٹی عمر میں انہیں تعلیم و تربیت کی تکمیل کر کے فارغ کردیا۔ ورنہ زینب رضی اللہ عنہا، رقیہ رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی کچھ کم عزیز ومحبوب نہ تھیں۔ آپ پڑھیں گے تو آپ کو سب کچھ معلوم ہوجائے گا۔

اب آپ یہ دیکھیے کہ آپ کے ہاں بھی اولاد ہوتی ہے۔ اورآپ بھی اس سے والہانہ محبت رکھتے ہیں۔ اس محبت کا تقاضا یہ ہونا چاہیے کہ آپ اسے اچھی سے اچھی تعلیم دیں یا دلائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسے صالح اور نیکوکار بننے میں مدد دیں۔اس کی اصلاح وتربیت کا خاص خیال رکھیں۔تا کہ وہ دین و دنیا میں کامیاب و کامران ہو۔ وہ یہاں بھی عزت پائے اوراس کی عاقبت بھی اچھی ہوجائے۔لیکن آج ہوتا یہ ہے کہ اولاد سے محبت تو ہے مگراسی قدر ہے کہ اس کا دین جاتا ہے تو جائے۔ ایمان مٹتا ہے تو مٹے۔مگر وہ اسلامی طریق وعمل کے خلاف مغربی اور یورپی طرز کی تعلیم وتربیت حاصل کرے اوراس کی بدولت کسی اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوجائے۔

آہ! آج قوم کی بہو بیٹیاں اسی یورپی تعلیم اورمغربی تہذیب وتربیت کے زیراثر بے حیائی و بے پردگی پر مائل ہیں۔ وہ ہر قسم کی بداخلاقیاں اور بدکرداریاں اختیارکرچکی ہیں۔ حرام کاریوں اورعصمت فروشیوں کے اڈے ان کے قبضے میں ہیں۔ ناچ گھروں اورکلبوں کی وہ رونق ہیں۔سینماؤں اورتھیٹروں کی وہ زینت ہیں۔ ہوٹل اور ریسٹورنٹ ان سے آباد ہیں۔تفریحی گاہوں اور باغ باغیچوں میں ان کے خلوت خانے ہیں۔سڑکوں اور بازاروں میں وہ کودتی ہیں۔گلیوں اورکوچوں میں وہ دندناتی پھرتی ہیں۔ بے پردگی و بے حجابی کا نمونہ ہیں۔عریانی و برہنگی کی دلدادہ ہیں۔ یہ ہے علم دین سے لا پرواہی اوراسلامی تہذیب و تربیت سے غفلت برتنے کا انجام اور بدانجام!

کاش!ہماری بہو بیٹیاں، ہماری مائیں اوربہنیں جوزبان سے تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی تعظیم وتکریم کرتی ہیں۔لیکن ان کے نقش قدم پرنہیں چلتیں،سوچیں کہ وہ کیا تھیں اور ہم کیا ہیں؟ وہ کن خوبیوں کی مالک تھیں اور ہم کن برائیوں اور بدیوں کی حامل ہیں؟ اگر آج بھی وہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا اسوہ اورنمونہ اختیارکریں۔ان کے نقش قدم پرچلیں۔ان کی پیروی کریں۔تو اس سے نہ صرف ان کی اپنی عاقبت سنور جائے گی، بلکہ ملک وملت کے لیے بھی وہ باعث فخر وناز ہوں گی اور دنیائے اسلام ان کا احترام کرے گی۔

یہ کتاب جو''سیرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا'' کے نام سے آپ کے ہاتھوں کی زینت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی لیے سبقاً سبقاً لکھی گئی ہے۔ تا کہ ہماری بہنیں اور بہو بیٹیاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حالات زندگی پر غور کریں اور درس لیں۔

سیدہ محترمہ رضی اللہ عنہا کا ہر کام، ہر طریقہ اور ہر بات دختران اسلام کے لیے مشعل راہ اور راہنما ہے۔ اگر ان کی صحیح پیروی کی جائے تو ہماری بگڑی پھر بن سکتی ہے اور ہماری زندگیاں جنت کا نمونہ قرار پا سکتی ہیں۔

ہم نے ابنائے وطن اور بناتِ قوم کی اصلاح و تربیت کے لیے بزرگان دین کے حالات و سوانح قلمبند کرنے کا جو نیا سلسلہ شروع کیا ہے ''سیرت فاطمۃ الزہرا'' بھی اس خوبصورت سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ ''مسلمان کمپنی'' کی طرف سے اس قسم کی کتابیں برابر شائع ہوتی چلی آ رہی ہیں۔ امید ہے کہ برادرانِ ملت اس کی اشاعت بڑھا کر ہمیں بیش از بیش خدمات کا موقع دیں گے۔

خادم دین و ملت

ابو الوحید عبدالمجید خادم

مدیر ''مسلمان'' سوہدرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدہ بتول رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں گلہائے عقیدت

عائشہ و فاطمہ رضی اللہ عنہما

حجاب و شرم و حیا زندگی ہے عورت کی
جو یہ نہ تو برابر ہے پھر وجود و عدم
نہ دیکھ رشک سے تہذیب کی نمائش کو
کہ سارے پھول یہ کاغذ کے ہیں اللہ کی قسم
وہی ہے راہ ترے عزم و شوق کی منزل
جہاں ہیں عائشہ و فاطمہ کے نقش و قدم
(رضی اللہ عنہما)

پردۂ ناموس ما

اے ردائت پردۂ ناموس ما
تاب تو سرمایۂ فانوس ما

”سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ کی باعظمت چادر دراصل عزت و ناموس کا پردہ ہے۔آپ کی جلوہ افگنی ہماری ملت کے فانوس کا سرمایہ ہے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

طینت پاک تو مارا رحمت است
قوت دین و اساس ملت است

''آپ کے اخلاق و عادات ہمارے لیے باعث رحمت ہیں۔ آپ کا وجود دین کے لیے قوت اور ملت کے لیے اساس و بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔''

اسوۂ کامل بتول رضی اللہ عنہا

مزرع تسلیم راہ حاصل بتول
مادراں را اسوۂ کامل بتول

''سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شان یہ ہے کہ وہ تسلیم و رضا کا حاصل اور قابل عزت خواتین کے لیے پیروی کا بہترین نمونہ ہیں۔''

بہر محتاجے دلش آں گونہ سوخت
با یہودی چادر خود را فروخت

''ایک محتاج کے لیے آپ کا قلب حساس اس قدر بے چین ہوگیا کہ اس کی اعانت کے لیے ایک یہودی کے پاس اپنی چادر فروخت کر دی۔''

نوری و ہم آتشی فرماں برش
گم رضایش در رضائے شوہرش

''نیک پاک ہوں یا سیاہ کار، سب لوگ ان کے فرمانبردار تھے۔ اور وہ اپنے شوہر والا تبار کی اطاعت گزار تھیں حد درجہ اطاعت گزار۔''

آں ادب پروردۂ صبر و رضا
آسیا گردان و لب بہ قرآن سرا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''انہوں نے صبر و رضا کی جلو میں پرورش پائی تھی، اپنے باعظمت ہاتھوں سے چکی چلاتی رہتی تھیں۔ اور ان کے لب ہائے مبارک پر قرآن کی تلاوت جاری ہوتی تھی۔''

گریہ ہائے زبالیں بے نیاز
گوہر افشندے بداماں نماز

''ان کا گریہ تکیہ سے بے نیاز تھا، آپ بجائے تکیہ کہ وہ اپنے آنسوؤں کے گہر ہائے آبدار جائے نماز پر گرایا کرتی تھیں۔ یعنی آپ قائم اللیل تھیں اور بہت کم سویا کرتی تھیں۔''

اشک او بر چید جبریل امیں
ہم چو شبنم ریخت بر عرش بریں

''جبرائیل امین ان کے آنسو زمین سے چنتے تھے اور شبنم کے قطروں کی طرح بلندی پر گرایا کرتے تھے۔''

رشتۂ آئیں حق زنجیر پاست
پاس فرماں جناب مصطفیٰ است

''(شاعر کہتا ہے) میرے پاؤں میں آئین حق یعنی اسلامی احکام کی زنجیر پڑی ہوئی ہے۔ اور مجھے جناب شہ کونین ﷺ کے فرمان گرامی کا پاس ہے۔''

ورنہ گرد تربتش گردید مے
سجدہ ہا بر خاکِ او باشید مے

(اقبال)

''ورنہ میں ان کی پاک و ذیشان تربت کا طواف کرتا اور اپنے سجدہ ہائے شوق و عقیدت ان کی خاک مرقد پر نچھاور کرتا۔ مگر ایسے نہیں کرتا، کیونکہ فرمان رسول ﷺ اس کی اجازت نہیں دیتا۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تیرا اسم گرامی ہے بڑا ہی محترم زہراء رضی اللہ عنہا

تیرا اسم گرامی ہے بڑا ہی محترم زہراء
تو بیٹی ہے محمد ﷺ کی جو ہے شاہ امم زہراء
نساء کی سیدہ تجھ کو کہا فخر دو عالم نے
رہے گا تیری عظمت کا سدا اونچا علم زہراء
تُو زہرا بھی تُو فاطمہ بھی، لقب تیرا بتول بھی ہے
نہ ہو گا حشر میں تجھ کو کوئی رنج و الم زہراء
خدیجہ، عائشہ، حفصہ، ام سلمٰی تیری مائیں
صدیق اکبر ہے نانا بھی جو ہیں صدیق عم زہراء
ام کلثوم، زینب اور رقیہ ہیں تیری بہنیں!
نبی کو چاروں پیاری ہوں سبھی ہیں ہم چشم زہراء
ہوا ظاہر تیرا اقبال سورج نے نقاب اوڑھا
ہے بعد از تیری ماؤں کے حیا تجھ پر ختم زہراء
تُو حسن و حسین کی امی تو شوہر ہے علی حیدر
مبارک ہو تیرا محبوب ﷺ کے گھر میں جنم زہراء
اگر پڑتا پہاڑوں پر تو پانی بن کے بہہ جاتے
رسول اللہ کی فرقت پر ملا تجھ کو جو غم زہراء
اگر ہر ماں بہن بیٹی تیری سیرت کو اپنا لے
سند جنت کی ہو ظاہر تیرا نقش قدم زہراء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرض ناشر

''سیرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا'' خاتون جنت، سیدۃ نساء العالمین کے حالات زندگی پر مختصر مگر جامع کتاب ہے۔ اس وقت جو کتب دستیاب ہیں مثلاً الزہراء (ابوالنصر) خاتون جنت (منشی تاج دین) فاطمہ بنت محمد (رئیس احمد جعفری) سیرت فاطمہ زہراء (امام الدین رام نگری) خاتون جنت فاطمہ زہراء (رفیق دلاوری) فاطمۃ الزہراء (طالب ہاشمی) وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ان سب کتب میں کتاب ہذا کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس میں سلاست و روانی اور اختصار و جامعیت کو بطور خاص پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کتاب کا بہ نسبت دوسری کتب کے استنادی پایہ بھی عمدہ ہے۔

سیرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بہر پہلو کامل، جامع اور جاذب بنانے کی ہر ممکن سعی کی گئی ہے۔ اس کی تزئین کے علاوہ اس کی ترتیب وتوسیع وتخریج کی طرف خاص توجہ دی گئی ہے۔ ساٹھ ستر برس کا عرصہ گزر جانے کے بعد ظاہر ہے اردو میں تھوڑی بہت تبدیلی رونما ہوئی ہے۔ اس لیے بعض الفاظ اور جملوں میں ضروری تبدیلی کی گئی ہے تاکہ عبارت میں کہیں تعقید، رکاکت، ابتذال یا جھول نہ رہے۔ اور یہ مقامات زیادہ نہیں ہیں، لیکن قلیل ہونے کے باوجود یہ تصحیح ناگزیر تھی۔

مصنف کتاب ہذا کا شمار اگرچہ اپنے عہد کے صف اول کے علماء میں ہوتا تھا۔ اور اپنے وقت کے ممتاز ادیب، صحافی اور شہرہ آفاق طبیب تھے۔ لیکن نصف صدی گزرنے کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باعث نئی پود کافی حد تک ان سے نا آشنا ہے۔ اس لیے موزوں خیال کیا کہ شروع کتاب میں ان کے حالات بھی لائے جائیں۔ تاکہ نئی نسل اپنے آئیڈیل اور مشاہیر زمانہ لوگوں سے آشنا ہو اور ان عبقری ہستیوں اور اعاظم رجال کی چال اور روش اپنا کر ملک وقوم کا نام روشن کر سکے۔ چنانچہ ہم نے شروع کتاب میں آپ کے مختصر حالات زندگی بھی دے دیے ہیں۔ ویسے آپ کے حالات زندگی الگ سے ترتیب دیے جا رہے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کے ''مقالات'' آپ کے ''فتاویٰ'' اور آپ کے خاندانی حالات پر ''تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ'' وغیرہ کتب نہ صرف زیر تجویز ہیں بلکہ زیر ترتیب ہیں اور عنقریب مارکیٹ میں آیا ہی چاہتی ہیں۔ ❶ ان کتب کا مطالعہ کر کے قارئین یہ محسوس کریں گے کہ ایسی کتب علم و ادب، تاریخ اور سیر وسوانح کے باب میں ایک خوبصورت اضافہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

ادارہ مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ قرآن وسنت، فقہ وتاریخ اور سیر وسوانح پر گرانقدر کتب شائع کر کے ارباب فکر ودانش سے جس طرح ماضی میں خراج تحسین حاصل کر چکا ہے اسی طرح آئندہ بھی اچھی اور مفید عام کتب شائع کر کے ملکی وقومی خدمات سرانجام دے گا۔

دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہماری علمی، ادبی، فقہی، تاریخی، سوانحی اور طبی کوششوں اور کاوشوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد ادریس فاروقی (رحمہ اللہ)
ڈائریکٹر مسلمان کمپنی و مسلم پبلی کیشنز
سوہدرہ، ضلع گوجرانوالہ

---

❶ کتاب ''تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ'' جس میں آپ اور آپ کے خاندان کے اصول وفروع کا تذکرہ آیا ہے زیور طبع سے آراستہ ہو کر مارکیٹ میں آ چکی ہے۔ یہ کتاب ایک سوانحی اور تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ (فاروقی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مصنف: حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ

یوں تو مصنف کتاب ہذا کی ذات تعارف کی محتاج نہیں، کیونکہ اسلامی اور طبی لائن میں ان کا کافی شہرہ ہے لیکن نئی جنریشن تقریباً ان سے ناآشنا ہے۔ حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ بیک وقت تین رسالوں کے ایڈیٹر اور اسلامی و طبی تقریباً پچاس سے زائد کتابوں کے مصنف تھے۔ علاوہ ازیں آپ ہردل عزیز اور بے بدل خطیب تھے۔ برصغیر کا شاید کوئی شہر یا گاؤں ہو جہاں آپ نے قرآن وسنت کے زمزمے بلند نہ کیے ہوں۔

ایک مرتبہ بندہ زمانہ طالب علمی میں حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب سے ملنے کے لیے فیصل آباد گیا اتفاق سے وہیں جماعت احرار کے مشہور خطیب مولانا تاج محمود فیصل آبادی بھی تشریف لے آئے۔ محترم حکیم صاحب نے ان سے بندہ کا تعارف کرایا تو انہوں نے ایک آہِ سرد بھری اور فرمایا کہ حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی اس قدر مقبول خطیب تھے کہ پاک و ہند کا کوئی جلسہ ایسا نہیں تھا جس میں وہ مدعو نہ کیے گئے ہوں، آپ نصف صدی میں منعقد ہونے والے جلسوں کا کوئی بھی اشتہار اٹھا کر دیکھ لیں اس میں مجاہد ملت مولانا عبدالمجید سوہدروی کا نام ضرور ہوگا۔''

سوہدرہ وزیرآباد سے جانب مشرق سیالکوٹ روڈ کے قریب ایک قصبہ ہے وہاں اگرچہ بڑے بڑے ارباب فکر و دانش واصحاب فضل و کمال پیدا ہوئے جن کی اپنی جگہ کافی خدمات ہیں، مگر سوہدرہ کو برصغیر پاک و ہند میں صحیح طور پر حضرت مولانا سوہدروی رحمہ اللہ نے متعارف کرایا۔ ہماری خواہش ہے کہ ''تاریخ سوہدرہ'' نام سے ایک کتاب مرتب کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس میں سوہدرہ کی تاریخ کے علاوہ مشاہیرِ سوہدرہ کا ذکر کریں۔ اور اس میں بہت سی معلومات افزاء باتیں لائیں۔ اس کتاب میں سوہدرہ کے قابل ذکر حالات کا بھی ذکر کیا جائے گا۔ امید ہے وہ کتاب افادیت وندرت کی بنا پر قبول عام کا درجہ حاصل کرے گی۔

حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی روایتی ''مولوی'' نہ تھے بلکہ متبحر عالم دین، بڑے وضعدار وطرح دار طبیعت کے مالک، صاحب جلال و جبروت، بڑے زیرک و مدبر اور بلند حوصلہ، مختصر یہ کہ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ آپ ٹھیک ٹھاک زمیندار بھی تھے۔ آپ اپنے وقت کے بہت بڑے ''عامل'' ہونے کے علاوہ روحانی بزرگ اور حامل قرآن؛ سنت تھے۔ علم طب میں بڑا شہرہ رکھتے تھے۔ تشخیص وتجویز میں آپ وحید العصر تھے۔

آپ بہترین مفسر قرآن تھے۔ خطبات جمعہ میں قرآنی آیات اور سورتوں کی اتنی دلنشیں تفسیر فرماتے اور اس سوز سے قرآن پڑھتے کہ واللہ! یوں لگتا تھا جیسے قرآن ابھی نازل ہو رہا ہو، آپ کی جامع مسجد نمازیوں اور سامعین سے کھچا کھچ بھری ہوتی تھی۔ آپ کے منبر پر جلوہ افروز ہونے سے قبل لوگ آپ کے منتظر ہوتے تھے۔ (الا الغافلون) آپ کی تقریر میں سب رنگ ہوتے تھے، قرآن وحدیث، تاریخ وسیر، شعر وادب، عالمی وملکی سیاست، حالات حاضرہ، علاقائی مسائل وغیرہ...... آپ کا بڑا موضوع اصلاح معاشرہ ہوتا تھا۔ آپ حکومت اور معاشرے پر بے لاگ تبصرہ کرتے تھے تا آنکہ بسا اوقات خوف آنے لگتا تھا کہ کہیں آپ کی گرفتاری نہ ہو جائے یا معاشرے کے سودخوروں، جؤا بازوں، بلیک میلروں (Black Malers) چوروں، ڈاکوؤں، لٹیروں اور دین واخلاق کے دشمنوں میں سے کوئی آپ کی عزت کو مجروح نہ کر دے۔ مگر ہمیشہ اللہ کا فضل وکرم رہا، کسی کو آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔ آپ کے دبدبہ وطنطنہ کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ اور اس بات میں ذرا مبالغہ نہیں، اس رعب وجلال اور شان وشوکت کا حامل عالم کم ہی دیکھنے یا سننے میں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رعب وجلال ایسا دے رکھا تھا کہ بڑے بڑے لوگ آپ کے سامنے دم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بخود نظر آتے۔ جب آپ پر رنگ جلال غالب آتا تو محفل میں سناٹا طاری ہو جاتا اور جب رنگ جمال کا پرتو ہوتا تو یوں لگتا جیسے حلقہ یاراں میں نسیم محبت کے جھونکے چل رہے ہوں گے۔ اور اکثر آپ کی پیاری باتوں سے محفل زعفران زار بن جاتی۔

آپ کا انداز بیان منفرد تھا جس میں سلاست و طلاقت، علم و ادب، جلال و جمال، متانت و بذلہ سنجی، اجمال و تفصیل، طنز و ظرافت، ایجاز و اطناب، مذہب و سیاست کا حسین امتزاج ہوتا اور کمال یہ کہ آپ کے بیان میں تکلف و تصنع نام کی کوئی چیز نہ ہوتی۔ آپ کی ہر بات اور ادا میں بے ساختہ پن پایا جاتا، آپ جو کہتے علیٰ وجہ البصیرت کہتے، دل سے کہتے، جذبہ ہمدردی کے تحت کہتے۔ اور یوں لگتا جیسے آپ اپنے دل کی باتوں کو سامعین کے دل میں انڈیل رہے ہوں، اسی کو جذب و تاثیر کہتے ہیں۔ موجودہ دور کی تقاریر میں بہت کچھ ہوتا ہے مگر معلومات اور جذب و تاثیر کی کمی ہوتی ہے۔ وہاں ایسی کوئی کمی نہ تھی۔ آپ جب کبھی حلقۂ دوستاں میں بیٹھتے تھے لوگ آپ کی پر از معلومات علمی، تاریخی، سوانحی، ادبی، فقہی، طبی اور دانشورانہ باتیں سننے کے لیے آپ کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ بندہ نے اپنی آنکھوں سے آپ کی محافل دیکھی ہیں۔ آپ میں ایک کمال یہ تھا کہ آپ برسر منبر ہوں یا اسٹیج پر، ٹیبل ٹاک (Table Talk) ہو یا انفرادی گفتگو، لوگ آپ سے بہت محظوظ ہوتے تھے، مطلق بور نہ ہوتے۔ اور اپنے دامن کو علم و ادب کے رنگا رنگ پھولوں سے بھر کر لے جاتے۔

آپ خاندانی اعتبار سے بھی نجیب الطرفین تھے۔ آپ دودمان علوی کے روشن چراغ تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب تیس واسطوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا عبدالحمید سوہدروی، استاد پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی کے داماد تھے۔ آپ کے دادا حضرت مولانا غلام نبی الربانی جنہیں لوگ احتراماً ''جی صاحب'' کہتے تھے اور ان کا نام لینا سوء ادبی خیال کرتے تھے اپنے وقت کے یگانہ روزگار عالم اور ولی تھے۔ آپ کے پردادا مولانا محبوب عالم اور ان کے والد حافظ غلام حسین واجب الاحترام اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لائق سپوت تھے۔ ان کے بزرگ حضرت مولانا حبیب اللہ بڑے اہل اللہ تھے۔ یہ سب لوگ زہدو ورع میں اونچا پایہ رکھتے تھے۔ حضرت مولانا حبیب اللہ رحمہ اللہ کا مدفن سانتل (Santal) گجرات میں مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ جس کی جہلا پرستش کرتے ہیں۔ اگر حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی چاہتے تو بے پناہ دولت اکٹھی کر سکتے تھے، علم و فضل، خاندانی وجاہت اور علاقائی شہرت غرض ہر نعمت انہیں حاصل تھی۔ مگر انہوں نے توحید و سنت پر ہر شے نثار کردی۔ اور زندگی بھر شرک و بدعت اور کفر و عصیان سے ٹکر لی۔ اور شرک و بدعت کی بلند و بالا عمارتیں توحید و سنت کے تیشوں سے توڑ پھوڑ کر رکھ دیں۔

آپ کے دینی معلم امام العصر حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور روحانی استاد حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری اور تقریر و ادب کے آئیڈیل (Ideal) حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ تھے۔ آپ کی تربیت عالم بے بدل، ولی کامل یعنی آپ کے دادا حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ نے فرمائی۔ آپ حضرت مولانا احمد علی لاہور رحمہ اللہ کے داماد تھے۔ باب تقویٰ میں حضرت لاہوری کا بھی آپ پر عکس پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ مشکوک کھانا، اور بے نماز کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی نہیں کھاتے تھے۔ اور ایسی دعوت قبول نہ کرتے تھے جس پر بینڈ باجے بجائے گئے ہوں یا خلاف شرع کوئی کام کیا گیا ہو۔ اور اس سلسلے میں کسی وڈیرے اور نواب کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ پوری زندگی مسجد کی خدمات کا معاوضہ نہیں لیا۔ سب دینی کام بے لوث کرتے تھے۔ آپ دبک کر نہیں رہے بلکہ آپ نے دبا کر رکھا اور مسجد کا پورا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھا۔

آپ بہترین مفتی، صاحب طرز ادیب، ممتاز صحافی، یکتا مدرس اور منفرد مناظر تھے۔ آپ کا فتاویٰ عنقریب طبع ہو رہے ہیں جن سے آپ کی وسعت علمی اور ژرف نگاہی کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کے ادب و انشاء پردازی اور انداز صحافت معلوم کرنے کے لیے آپ کے جریدہ و رسائل ''مسلمان'' ''جریدہ اہلحدیث'' طبی میگزین'' اور آپ کی گوہر بار

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تصانیف کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ ہمارا خیال ہو رہا ہے کہ کسی وقت آپ کے علمی و ادبی شہ پاروں کو احاطۂ تحریر میں لائیں۔ خصوصاً اس میں آپ کے اداریے اور ہنگامی اور اہم موضوعات پر مشتمل مقالات کو یکجا کریں۔ ہمیں امید ہے کہ وہ قومی سطح پر ایک کارآمد اور نفع بخش کاوش ہوگی۔ آپ کے سوانحی خاکے اور آپ کی سیرت جو آج کل زیر ترتیب ہے، یہ سب چیزیں اس میں آئیں گی۔ ان شاء اللہ۔

آپ جنوری 1901ء کو پردۂ کتم سے عالم شہود میں رونق افروز ہوئے۔ آپ دو دمان علوی سے تعلق ہی نہ رکھتے تھے بلکہ اس عظیم خاندان کا گل سر سبد تھے۔ آپ ذہن رسا لے کر آئے۔ آپ نے قلیل مدت میں زینۂ ارتقاء کے مدارج طے کیے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے ہمدوش ثریا و کہکشاں ہوگئے۔ آپ سولہ برس کی عمر میں اچھے خطیب، عمدہ ادیب، ماہنامہ کے مدیر اور یگانہ طبیب بن گئے۔ اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے ہر فن میں نکھار پیدا ہوتا چلا گیا۔ آپ کی تیغ نطق نے بڑے بڑے جغادریوں کو گھائل ہی نہیں کیا بلکہ مائل کر لیا، تا آنکہ انہیں اپنا حلقۂ اسیر دام بنا لیا۔ آپ کی قوت بیان اور زور استدلال اپنی مثال آپ تھا، جس کا آپ کے معاصرین کو بھی اعتراف ہے۔

مولانا عبدالمجید سوہدروی پہلے اچھرہ لاہور میں خطیب تھے۔ اسی علاقے میں مولانا مودودی اور بریلوی مسلک کے مشہور واعظ اور مناظر جناب محمد عمر اچھروی بھی تھے۔ حضرت مولانا سوہدروی مرحوم کے ان دونوں سے روابط تھے۔ باہمی اختلاف مسائل کے باوجود یہ ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے۔ ادھر مسلم مسجد کے خطیب جناب محمد بخش مسلم کا بھی مولانا سوہدروی سے دوستانہ تھا۔ یہ شروع میں دیوبند اور بریلی کے درمیان کی راہ پر تھے۔ اخیر بریلی کی جانب میلان ہوگیا۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ میں ایک خوبی یہ تھی کہ ہر مکتب فکر کے علماء سے ان کے روابط تھے۔ مثلاً مولانا عبدالرحمن جامی گوجرانوالہ، مولانا محمد بشیر قبرستان روڈ گوجرانوالہ، مولانا عبدالغفور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہزاروی وزیر آباد، صاحبزادہ فیض الحسن آلومہار، مولانا ابوالحسنات لاہور وغیرہم۔ [1]

آپ ہنس مکھ، زندہ دل، وسیع الظرف بھی تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے طنز وظرافت سے حظِ وافر عطا فرمایا تھا۔ بلکہ اگر آپ کو طنز وظرافت کا بادشاہ کہہ دیا جائے پھر بھی ناموزوں نہ ہوگا۔ بات سے بات پیدا کرنا آپ کا فن تھا۔ آپ وسیع معلومات رکھتے تھے۔ گفتگو اور تقریر میں کمال حاصل تھا۔ ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ بڑے عابد، صاحب اتقا اور مسلک اہلحدیث کے حامل و عامل اور بہترین داعی تھے۔ آپ کے تفصیلی حالات بفضلہٖ آپ کی سوانح حیات ''دودمان علوی کا روشن ستارہ'' میں بیان ہوں گے۔ اس طرح کی اور بھی بہت سی معلومات افزاء باتیں وہاں ذکر کی جائیں گی ان شاء اللہ۔ فی الحال ہم یہ بتا رہے ہیں کہ علمائے اہل حدیث اور علمائے دیوبند تو آپ کو بنگاہ احترام دیکھتے ہی تھے، علمائے بریلی بھی آپ کے قدردان تھے۔ آپ کے بریلوی اجتماعات میں کئی مرتبہ خطابات ہوئے جو بہت پسند کیے گئے۔ جہلم، نارووال، ڈسکہ اور سرگودھا کے تاریخی خطابات ہیں۔ یہ مشترک جلسے تھے۔ نارووال میں آپ نے پورے چار گھنٹے انقلاب آفریں اور روح پرور خطاب فرمایا۔ جسے سن کر سب فرقے عش عش کر اٹھے۔ آپ نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ساتھ ایک اسٹیج پر کئی مرتبہ تقریریں کیں۔

[1] مولانا عبدالرحمن جامی کا تعلق دیوبند مسلک سے تھا لیکن متشدد نہیں تھے۔ بڑا اچھا قرآن پڑھتے تھے اور بہت اچھے خطیب تھے۔ آپ نے قبرستان کلاں کے قریب بڑی خوبصورت اور وسیع مسجد بنوا رکھی تھی۔ جس میں ہر جمعہ پر اچھی خاصی رونق ہوتی تھی۔ لوگ بڑے شوق سے آپ کا بیان سننے آتے تھے۔ مولانا محمد بشیر کی قبرستان روڈ پر بڑی مسجد تھی بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے تھے، یہ دونوں 53ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کے ساتھ پس دیوار زنداں رہے۔ یہ دونوں موصوف سے والہانہ لگاؤ رکھتے تھے۔ اسی طرح شیخ القرآن عبدالغفور ہزاروی، صاحبزادہ فیض الحسن، سید ابوالحسنات قادری صاحبان آپ کے ہم عصر تھے اور بریلوی مکتب فکر کے مشہور واعظ وخطیب تھے۔ ان کے بھی حضرت سوہدروی رحمہ اللہ سے اچھے روابط تھے۔ یہ باوجود مسلکی اختلاف کے ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے۔ مذکورہ علماء حضرت العلام مولانا عبدالمجید سوہدروی سے عقیدت رکھتے تھے اور عزت سے پیش آتے تھے۔ شیعہ علماء میں حافظ کفایت حسین صاحب مرحوم سے رابطہ تھا۔ اور وہ آپ سے ملاقات اور علمی تبادلہ کے لیے کبھی کبھی سوہدرہ بھی آتے تھے۔ (فاروقی)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح سید عنایت اللہ شاہ بخاری گجرات، قاضی شمس الدین گوجرانوالہ، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا محمد علی جالندھری صاحبان سے آپ کے اچھے تعلقات تھے۔ مولانا احمد علی لاہوری کا داماد ہونے کی وجہ سے سب ارباب دیوبند آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ نے آپ کی تقریر سن کر ہی آپ کو دامادی میں لیا تھا۔

آپ جب لاہور سے سوہدرہ منتقل ہوئے تو آپ کی آمد نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ اور جن لوگوں پر آپ کے دادا جان مرحوم نے محنت کی تھی آپ نے اپنی تبلیغی مساعی کی بدولت انہیں راسخ العقیدہ بنادیا۔ پوری ککے زئی برادری اہل حدیث ہوگئی۔ پورا گاؤں تلواڑہ اہل حدیث ہوگیا۔ گویا سوہدرے اور آس پاس کے توحید وسنت کے چرچے ہونے لگے۔ زبانی دعوت وتبلیغ کے علاوہ آپ نے بذریعہ اخبار اور کتب بہت تبلیغ فرمائی۔ "جریدہ اہلحدیث" اور "مسلمان" آپ کے مشہور اخبار ہیں اور کتب کی تفصیل کتاب "تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ" میں دیکھی جاسکتی ہے۔

مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کی متعدد تصنیفات ہیں ان میں ایک "سیرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا" ہے۔ یہ آپ کی زندگی میں تین بار طبع ہوئی۔ اور آپ کے بعد ہم نے اسے دوبارہ شائع کیا۔ گویا اب یہ سیرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا چھٹا ایڈیشن ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

حضرت موصوف کے پیش نظر اصلاح قوم تھی اور آپ کا خیال تھا کہ جب تک نوجوان نسل نہیں سدھرتی، قوم نہیں سدھر سکتی، آپ نے اسی پاکیزہ مقصد کے لیے حدیث [1] اور سیرت کی کتب تالیف فرمائیں۔ "سیرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا" لکھنے سے آپ کا مقصد بہو بیٹیوں کی اصلاح تھا۔ چنانچہ آپ نے بڑے سلیس پیرائے اور دلنشیں اسلوب میں یہ کتاب تحریر فرمائی۔ اور بیٹیوں کو یہ بتایا ہے کہ تم نے اپنی آئندہ کی یعنی ازدواجی زندگی میں کس طرح گزر بسر

[1] کتب حدیث میں آپ کا بچوں کے لیے لکھا گیا سیٹ بہت مقبول اور نافع ہے۔ یہ حال ہی میں طبع ہو چکا ہے۔ اس بات میں کوئی مبالغہ نہیں کہ یہ سیٹ مردوں/عورتوں اور بچوں سب کے لیے یکساں مفید اور لائق مطالعہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنی ہے؟ اور کیونکر تم اپنے سسرال میں مقام حاصل کر سکتی ہو؟ اس سلسلے میں آپ نے بڑے بڑے پیارے واقعات درج کیے ہیں، جنہیں پڑھ کر آدمی ایک اثر لیتا ہے۔ اور کوئی بڑی بات نہیں جو اس کے مطالعہ سے قوم کی بیٹیوں کو اپنے حالات سنوارنے میں مدد ملے۔

ان مذکورہ فوائد و منافع کے پیش نظر اگر ''سیرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا'' ''سیرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا'' اور ''سیرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا'' وغیرہ کتب کو طالبات کے جامعات میں بطور کورس شامل کر لیا جائے، تو توقع کی جاسکتی ہے کہ اس سے اچھے نتائج برآمد ہوں گے۔

حضرت موحوم کی دیگر کتب بھی اعلیٰ معیار اور خوبصورت گیٹ اپ کے ساتھ طبع ہو رہی ہیں۔ الحمدللہ آپ کے پاکیزہ مشن اور کاز کو آپ کی اولاد و احفاد نے جاری رکھا ہوا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے سوہدرہ سے مجلّہ ''ضیائے حدیث'' بھی شائع ہو رہا ہے۔ ''مسلمان کمپنی'' اور ''طبی ادارہ'' بھی ملک و قوم کی خدمات بجا لا رہا ہے۔ سوہدرہ اور حوالئے سوہدرہ میں ''جامعہ اصحاب صفہ'' اور ''قرآن اکیڈمی'' کے تحت قرآن و سنت کی امید افزاء نشر و اشاعت ہو رہی ہے جس کے ثمرات رفتہ رفتہ سامنے آرہے ہیں۔ بحمداللہ شرک و بدعت کے دبیز پردے چاک ہو رہے ہیں اور توحید و سنت کا نور پھیل رہا ہے۔ اور بقول شاعر:

آخرش جاگ اٹھا وقت کا خوابیدہ شعور
اور سالہا سال کی ظلمت کا فسوں ٹوٹ گیا

دعا فرمایئے! اللہ تعالیٰ اس تگ و تاز میں برکت ڈالے اور ان مساعی کو مشکور فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

محمد ادریس فاروقی

نبیرہ حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

ولادت اور ابتدائی حالات

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ آپ کے سن ولادت میں کچھ اختلاف ہے۔ مشہور یہی ہے کہ آپ نبوت کے دوسرے سال جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف اکتالیس برس کی تھی، پیدا ہوئیں۔ [1] حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی تھیں، آپ کی والدہ محترمہ ہیں۔ [2]

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام فاطمہ رکھا۔ عربی میں فطم کے معنی ہیں باز رکھنا، اور فاطمہ کے معنی ہیں باز رہنے والی۔ چونکہ اس دختر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے:

- دنیا اور علائق دنیا سے دل نہ لگایا۔
- عیش وعشرت کو قریب نہ پھٹکنے دیا۔
- برائیوں اور عیبوں کو جہاں تک ہوسکا نزدیک نہ آنے دیا۔
- اطاعت رب اور پیروی رسول کی خاطر خود کو دنیوی راحت، تن آسانی اور عیش و آرام

---

[1] الإصابة:3/377. آپ کی تاریخ ولادت کے بارے میں مشہور روایات کا ماحصل یہ ہے: (1) آپ رضی اللہ عنہا بعثت نبوی سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں۔ (2) آپ بعثت نبوی کے ایک سال بعد پیدا ہوئیں۔ (3) آپ بعثت نبوی سے ایک سال قبل پیدا ہوئیں۔ (4) آپ بعثت کے پانچویں سال پیدا ہوئیں۔ بمطابق جناب طالب ہاشمی جمہور اہل سیر نے پہلی روایت کو ترجیح دی ہے۔ اور اپنی کتاب "فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا" ص60 میں لکھا ہے کہ درایت کی رو سے بھی یہی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اکثر مستند روایتوں میں وفات کے وقت سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر 28 یا 29 سال بتائی گئی ہے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب سیدہ رضی اللہ عنہا کی ولادت بعثت سے پانچ سال قبل تسلیم کی جائے۔ (فاروقی)

[2] الإصابة:3/377.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے باز کیے رکھا۔

- تنگی اور تکلیف کو ہنسی خوشی برداشت کیا۔
- لہو ولعب کو اللہ اور اس کے مقدس دین کے لیے ترک کیا، اس لیے ان کا نام فاطمہ اسم با مسمّٰی ہوا۔ اس کو کہتے ہیں جیسا نام ویسا کام!

نام کے علاوہ ان کے کچھ القاب اور کنیتیں بھی ہیں۔ مثلاً:

- زَھراء

چونکہ چہرہ مبارک نہایت سفید اور حسین تھا۔ لہٰذا اس لقب سے معروف ہوئیں۔

- زاکیہ یا زکیہ

جو نہایت پاک سرشت اور نیک طینت ہو، اسے ''زکی'' کہتے ہیں۔ [1] چونکہ حضور ﷺ ''زکی'' اور ''زاکی'' لقب رکھتے تھے اس لیے سیدہ فاطمہ ؓ زاکیہ اور زکیہ کے لقب سے معروف ہوئیں۔ یعنی پاکیزہ سیرت اور نیک طینت۔

- راضیہ

حضور ﷺ کا ایک لقب ''راضی'' بھی تھا۔ [2] یعنی وہ جن سے اللہ ہمیشہ راضی اور خوش رہتا ہو۔ پس حضور ﷺ کی دختر بلند بھی ''راضیہ'' کہلائیں۔ یعنی اللہ سے ہر حال میں خوش بخوش اور راضی رہنے والی خاتون۔

- بتول

وہ جس کا دنیا و مافیھا سے کوئی تعلق نہ ہو۔ [3] چونکہ سیدہ محترمہ علائق دنیا سے بے نیاز

[1] مدارج النبوۃ:787/2. [2] مدارج النبوۃ:787/2. [3] مدارج النبوۃ:787/2.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھیں۔ اس لیے ''بتول'' کے لقب سے ملقب ہوئیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ''بتول'' اس دوشیزہ کو کہتے ہیں کہ جسے تمام عمر حیض نہ آیا ہو۔ چونکہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی ایام ماہواری سے پاک رہیں اس لیے بتول کہلائیں۔ مگر تحقیق سے نہ تو سیدہ رضی اللہ عنہا کی یہ صفت کسی کتاب سے ملی ہے اور نہ یہ معنی کسی لغت میں پائے گئے ہیں۔

● ام الحسنین رضی اللہ عنہما

یہ کنیت اس وجہ سے ہے کہ سیدہ عالم حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کی والدہ محترمہ ہیں۔ [1]

● ام الائمہ

چونکہ حسن رضی اللہ عنہ حسین رضی اللہ عنہ اور ان کی اولادیں ''امام'' کہلائیں۔ اس لیے سیدہ فاطمہ زہرا کی کنیت ''ام الائمہ'' یعنی اماموں کی ماں ہوگئی۔ اہل سنت اور اہل تشیع میں لفظ امام کے معنی ومفہوم میں اختلاف ہے۔ اہل سنت کے ہاں کسی خاص فن، خاص علم اور خاص طبقہ کے پیشوا یا موجد یا بہت بڑے عالم کو ''امام'' کہتے ہیں۔ جبکہ شیعہ کے ہاں امام اپنے عہد میں علی الاطلاق سب کا قائد اور معصوم ومنصوص ہوتا ہے۔ یعنی وہ گناہوں سے قطعاً منزہ، اللہ کا متعین کردہ اور کلی اختیارات کا حامل اور عالم الغیب ہوتا ہے۔ لیکن اہلسنت کے ہاں ان اوصاف کے حامل صرف انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں، کوئی غیر نبی نہیں ہوتا۔

● أم الهاد

یعنی ہدایتوں یا ہدایت پائے ہوؤں کی والدہ۔ [2] اور اس سے مراد حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما وغیرہ ہیں۔

[1] مدارج النبوۃ:2/787. [2] تہذیب الأسماء واللغات:2/352-353.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عربی میں ام کے معنی ماں کے ہیں۔ اور بعض اوقات اس کے معنی انتہا، اصل، جڑ اور بزرگی کے بھی ہوتے ہیں۔ جیسے ام الخبائث (برائیوں کی ماں یعنی شراب) ام الامراض (بیماریوں کی ماں یعنی قبض) ام القرآن (سورۂ فاتحہ) ام الکتاب (قرآن مجید) وغیرہ۔

کریمۃ الطرفین

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے القاب میں ایک لقب "کریمۃ الطرفین" بھی ہے۔ اس کے معنی ہیں ماں اور باپ دونوں کی طرف سے عالی نسب آپ کے والد گرامی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی بابت کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے۔ آپ مصطفیٰ، مجتبیٰ، خاتم الانبیاء، خطیب الانبیاء، امام الانبیاء، اشرف الانبیاء، محبوب رب علا سب کچھ ہیں۔ آپ کی شان کما حقہ بیان نہیں کی جا سکتی۔ آپ کے فضائل و کمالات کی ایک معمولی سی جھلک دیکھنے کے لیے ہماری مطبوعہ کتاب "رہبر کامل صلی اللہ علیہ وسلم" کا مطالعہ کریں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی والدہ کا اسم گرامی ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھا۔ ان کے باپ کا نام خویلد اور والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد تھا۔[1]

[1] اصابہ، تہذیب التہذیب اسد الغابہ اور الاستیعاب وغیر کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ فاطمہ نام کی تاریخ اسلام میں بہت سی خواتین ہیں مثلاً: فاطمہ بنت حبیش، فاطمہ بنت علی، فاطمہ بنت حسین، فاطمہ بنت عبیداللہ بن عباس، فاطمہ بنت ابی طالب (انہیں ام ھانی بھی کہتے ہیں) فاطمہ بنت قیس، فاطمہ بنت ابی ایث، فاطمہ بن منذر، فاطمہ بنت الیمان، فاطمہ بنت الولید، فاطمہ بنت ابی الاسد یا فاطمہ بنت الاسود (یہ وہی مخزومی فاطمہ ہیں جو چوری کے جرم میں پکڑی گئیں۔) ((قَالَ ابْنُ سَعْدٍ فَاطِمَةُ بِنْتُ الْاَسْوَدِبْنِ عَبْدِ الْأَسَدِ أَسْلَمَتْ وَ بَايَعَتْ وَهِيَ اللَّتِي سَرَقَتْ فَقَطَعَ النَّبِيُّ يَدَهَا)) یہ پورا واقعہ صحیح بخاری، نسائی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، بیہقی اور دارمی میں آتا ہے، فاطمہ بنت اسد بن ہاشم، فاطمہ بنت الاسود بن عبدالاسد، فاطمہ بنت جنید، فاطمہ بنت الحارث، فاطمہ بنت حمزہ، قال ابن سکن تکنی ام الفضل فاطمہ بنت الخطاب بن نفیل اخت عمر رضی اللہ عنہ فاطمہ بنت مسلم الاشجعیہ، فاطمۃ الخزاعیہ فاطمہ بنت سودہ، فاطمہ بنت شریح، فاطمہ بنت شریک بن سماء، فاطمہ بنت شیبہ، فاطمۃ بنت صفوان، فاطمہ بنت ضحاک، فاطمہ بنت عامر، فاطمہ بنت عبداللہ (والدہ عثمان بن ابی العاص ثقفی) فاطمہ بنت عتبہ بن ربیعہ، فاطمۃ بنت قیس، فاطمہ بنت المجلل بن عبداللہ، فاطمہ بنت منقذ، فاطمہ بنت ولید بن عتبہ، فاطمہ بنت ولید بن مغیرہ، فاطمہ بنت یعار، فاطمہ بنت الیمان العبسیہ (اخت حذیفہ) (فاروقی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد سردار عبدالمطلب کی وفادار محترمہ تھیں۔ یہ سردار ابو طالب کی زوجہ، حضرت علی، عقیل اور شہید موتہ جعفر طیار اور طالب کی والدہ محترمہ تھیں۔ ان کے چار بیٹے اور ام ہانی (فاختہ) جمانہ اور ریط تین بیٹیاں تھیں۔ بقول علامہ ابن عبدالبر یہ پہلی ہاشمی خاتون تھیں جن سے ہاشمی اولاد پیدا ہوئی۔ یہ شعر و ادب میں بھی درک رکھتی تھیں۔

ان کے علاوہ آپ کے یہ القاب وکنیٰ اور صفاتی نام بھی ملتے ہیں مثلاً: ((سَيِّدَةُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ "جہان کی عورتوں کی سردار" سَيِّدَةُ نِسَآءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ "خواتین جنت کی سردار۔"

ان اسماء و کنیٰ و صفاتی ناموں سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہر مسلمان عورت اور مرد کو اپنے بچوں اور بچیوں کے نام بہت اچھے رکھنے چاہئیں، کیونکہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نام اچھے اچھے رکھا کرو۔ ❶ اگر کسی کا نام بے معنی ہوتا یا برا ہوتا تو حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اسے بدل دیا کرتے۔ ❷ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا نام بھی اس کے کام پر اثر انداز ہوتا ہے۔ آج کل عام لڑکوں اور لڑکیوں کے نام اوٹ پٹانگ، بے معنی، مہمل اور لغو سے رکھے جاتے ہیں جو عموماً کفار و مشرکین، خصوصاً اہل مغرب کی نقل یا چربہ ہوتے ہیں۔ اہل اسلام کو اپنی اولاد کے نام انبیائے کرام، اصحاب کبار اور امہات المومنین و صحابیات کے نام پر رکھنے چاہئیں۔ یا ایسے نام رکھے جائیں، جن میں عبدیت کا اظہار ہو مثلاً: عبداللہ، عبدالرحمن، عبدالقدوس، عبدالغفور وغیرہ۔ ایسے ناموں کو پیارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پسند فرمایا۔

اسی طرح لقب بھی اچھے سے اچھا اختیار کرنا چاہیے، کنیت بھی عمدہ اور کسی خوبی کی حامل ہونی چاہیے۔ فضول اور نکمے القاب ناپسند و نامرغوب کنیتیں بالکل عبث ہوتی ہیں۔ اور ان

❶ سنن أبي داود، الأدب باب في تغيير الأسماء، حديث: 4948۔ ❷ صحيح البخاري، الأدب، باب تحويل الإسم إلى اسم أحسن منه، حديث: 6191-6193.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے کوئی خوبی وخصوصیت نمایاں ہونے کی بجائے الٹا مذاق ہوتا ہے۔ اور لوگ بھی ایسے لقبوں اور کنیتوں کو پسند نہیں کرتے۔

یہ بات بھی ذہن نشیں رکھیے کہ اگر آپ کا نام اچھا ہے، تو کام بھی اچھے کیجیے۔ نیک اور صالح بنیے۔ اپنے نام کی لاج رکھتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار ہو جائیے۔ اسی طرح اگر آپ کی اولاد کے نام عمدہ و پسندیدہ ہیں تو اسے ایسی تعلیم اور ایسی تربیت دیجیے کہ وہ نری طالب دنیا اور بندۂ زر نہ بن جائے بلکہ کچھ عاقبت کے لیے بھی توشہ بنائے۔ اور یہ اچھے عملوں ہی سے بن سکتا ہے۔ دیکھیے! فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نام ان کے والد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ہی اچھا رکھا۔ تو انہیں تعلیم و تربیت بھی بہت اچھی دی۔ اور وہ اپنے حسن سیرت اور اعلیٰ خصائل کی وجہ سے دونوں جہان کی عورتوں کی سردار اور جنتی عورتوں کی فرمانروا بن گئیں۔ سبب اس کا یہی تھا کہ جیسا ان کا نام پاکیزہ تھا، ویسے ہی انہوں نے اعمال بھی پاکیزہ کیے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے عزت و فضیلت کی سندیں حاصل کیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کی توفیق بخشے۔ آمین۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بچپن

سیدہ دو عالم فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا چونکہ عمر میں سب سے چھوٹی بیٹی تھیں اس لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ہی پیاری تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں گود میں بیٹھاتے اور کبھی اٹھا کر لیے پھرتے۔ والدین انہیں جو لوریاں دیتے۔ وہ ایسی لوریاں نہ تھیں کہ بے معنی اوراوٹ پٹانگ ہوں۔ جیسی ہم اپنے بچوں کو دیتے ہیں۔ وہ تو کہتے:

فاطمہ رضی اللہ عنہا! اللہ کا نام لے کر سو جاؤ اور اللہ کا نام لے کر جاگو۔ تم اللہ کے حکم سے باتیں سیکھو گی اور اللہ ان میں اثر ڈالے گا کہو: فاطمہ!

اللّٰهُ أَحَدٌ وَاحِدٌ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ پڑھو بیٹی! ((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ)).

کچھ اسی قسم کی لوریاں ہوتی تھیں جو سیدہ فاطمہ کو دی جاتی تھیں، اور یہ لوریاں بھی حقیقت میں تعلیم دین کی سرمایہ دار تھیں گویا بچپن اور بے شعوری ہی میں بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی توحید، اللہ کی عبادت و معبودیت، اللہ کی حمد و ثنا اور صفات وغیرہ کا سبق پڑھایا جاتا تھا۔ تاکہ بڑی ہو کر وہ سچ مچ ((سَيِّدَةُ نِسَآءِ الْعَالَمِيْنَ)) ''سب جہانوں کی عورتوں کی سردار'' بن جائے اور جنت میں بھی تمام جنتی مستورات پر ایک گونہ فضیلت کی حامل ہو جائے۔

ہم مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ اپنے بچے اور بچیوں کو ایسی ہی لوریاں دیں اور بے سروپا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واہیات لوریوں سے ان کی زندگی اور ان کی عاقبت خراب نہ کریں۔ یاد رکھو جو کچھ ماں باپ کہتے اور کرتے ہیں۔ وہ بچے کے دل و دماغ پر نقش ہوجاتا ہے۔ اور بڑا ہوکر وہ بھی اس کی نقل اتارنے لگتا ہے۔ پس بچے کو شروع ہی میں ایسی تعلیم دینی چاہیے کہ وہ سیانا ہوکر نیک، صالح اور متقی بن جائے۔ اسی لیے تو اسلام نے حکم دیا کہ جس وقت بچہ پیدا ہوتو اس کے کان میں اذان کہی جائے۔ [1] تاکہ تولد ہوتے ہی اس کے پردہ گوش سے جو پہلی آواز ٹکرائے، وہ اسلامی تعلیم سے متعلق ہو۔ اللہ تعالیٰ عَزَّ اِسْمُہٗ کی بڑائی اور کبریائی، تفرید و یکتائی، عبادت و ریاضت، اس کے نبی کی رسالت وغیرہ سے متعلق ہو اور وہ دنیا میں پہلا سانس لے تو فرزند اسلام بن کر لے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ابھی عمر کی نویں بہار دیکھ رہی تھیں کہ ان کی والدہ ماجدہ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا دنیا دنی کو چھوڑ کر فردوس بریں کو چلی گئیں۔ اور سیدہ فاطمہ اپنی محبوب ماں کی آغوش شفقت سے محروم ہوگئیں۔ نو سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے؟ اس ننھی سی عمر میں تو بچہ دنیا کے نشیب و فراز نہیں جان سکتا۔ [2] اور اسے ماں کے زیر تربیت پلنے پسنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن جس طرح فاطمہ کے شفیق باپ ﷺ اپنے مربیوں اور نگہبانوں یعنی والدہ، دادا، چچا وغیرہ کے سایہ سے محروم ہو گئے۔ اسی طرح ان کی بیٹی بھی پیاری ماں کے سایۂ عاطفت سے محروم ہو گئی۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سر پر تو پھر اس باپ یعنی نبی کریم ﷺ کا سایہ رحمت و شفقت تھا جو سید المرسلین، خاتم النبیین اور ساری دنیا کا معلم و مبلغ تھا۔ مگر ان کے والد علیہ الصلاۃ والسلام یتیم و بے کس، بے یار و مددگار، یکہ و تنہا رہ گئے تھے۔ اس حالت میں چاروں طرف بدترین دشمنان دین آپ کو قتل و ہلاک کرنے پر تلے کھڑے تھے۔ اس وقت ان کا اللہ کے سوا کون تھا؟ قرآن کریم نے کہا ہے:

---

[1] سنن أبي داود، الأدب، باب في المولود يؤذن في اذنه، حديث: 5105. [2] سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات بعثت نبوی کے دسویں سال ہوئی تھی اس وقت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی عمر 9 سال تھی۔ (فاروقی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ﴾

''کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟''[1]

اور اس بات کو کسی نے یوں ادا کیا ہے کہ

جس کا کوئی نہ ہو اس کا خدا ہوتا ہے

جس اللہ نے آپ کو قاتلوں اور دشمنوں سے بچا کر دونوں جہانوں کا سردار بنایا۔ اسی اللہ نے ماں کے سایۂ شفقت کے بغیر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو باپ کی تربیت میں رکھ کر دونوں جہانوں کی عورتوں کا سردار بنا دیا اور ثابت کر دیا کہ انسان میں بڑھنے، پھولنے، ترقی کرنے، نیک بننے، اور اچھے عمل کرنے کی صلاحیت ہو، تو اس کا خالق اس کے لیے ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے کہ وہ یتیمی اور بے بسی کی حالت میں بھی دنیا وعقبیٰ کا فرمانروا (حکمران) بن سکتا ہے سچ ہے کہ

بگڑی بن جاتی ہے جب فضل خدا ہوتا ہے

آپ کو یہ سن کر بڑا تعجب ہوگا کہ سیدہ محترمہ رضی اللہ عنہا کو بچپن ہی میں دنیا اور علائق دنیا میں کوئی محبت نہ تھی۔ طبیعت شروع ہی میں نہایت متین وسنجیدہ تھی۔ بے محل ہنسنا، بے وجہ رونا، چلانا اور شور مچانا، جیسا کہ ننھے بچوں کی عادتیں ہوتی ہیں ان میں بالکل نہ تھیں۔ سہیلیوں اور ہمجولیوں کے ساتھ کھیلنا کودنا تو الگ رہا، ان سے زیادہ میل ملاقات اور خواہ مخواہ گھومنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا پسند نہ کرتی تھیں۔ ان کی ہم عمر لڑکیاں گڑیاں لیے پھرتیں، گیند اچھالتیں، جھولے جھولتیں، گلی کوچوں میں پھرتیں، تماشے دیکھتیں، سارا سارا دن کھیلنے اور شرارتیں کرنے میں گزار دیتیں مگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر میں گھر کے کام کاج میں لگی رہتیں۔ نہ کسی سے تعلق نہ واسطہ نہ شوخی نہ شرارت۔ ایسا معلوم ہوتا کہ گھر میں ہی نہیں۔ بولنے کو بہت دل

[1] الزمر 36:39.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چاہتا تو یوں کیا کہ ماں باپ نے لوری کے جو پاک الفاظ کانوں میں پہنچائے تھے وہی دہرا دیے۔ دنیا اور اہل دنیا سے اسی بے تعلقی کی وجہ سے ان کو ''بتول'' کہا جانے لگا۔ یعنی وہ خوش نصیب خاتون جس کا اللہ کے سوا کسی سے تعلق نہیں ہے۔

ان میں شرم و حیا بھی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ چھوٹی سی بچی ہی تھیں کہ پردے میں رہنے لگیں۔ کیا مجال جو ننگے منہ باہر نکلیں۔ کبھی گھر سے نکلنا بھی پڑا تو منہ پر نقاب ہوتا، بدن پر چادر، بازاروں اور کوچوں میں گھومنا پھرنا پہلے ہی ناپسند تھا۔ گفتگو میں بڑی متانت تھی۔ جو بات کرتیں جچی تلی، معقول، مختصر ہوتی۔ ٹھہر ٹھہر کر بولتیں، نرمی اور آہستگی سے بات کرتیں حافظہ بلا کا تھا جو بات ایک دفعہ سن پاتیں دماغ پر نقش ہوجاتی۔ ❶

غور کیا جائے تو یہ کوئی حیران ہونے کی بات نہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میں اتنی چھوٹی سی عمر میں یہ عادات و صفات کیوں کر پیدا ہوگئیں۔ جب ان کے والد صلی اللہ علیہ وسلم بچپن ہی میں تارک دنیا تھے۔ جہان کے کاموں اور جہان والوں سے دور رہتے تھے۔ کسی کھیل کود اور کسی بازیچہ و تماشا میں حصہ نہ لیتے تھے۔ ننگے بدن باہر نہ پھرتے تھے۔ بازاروں اور گلیوں میں بے ضرورت نہ گھومتے تھے۔ بے معنی و بے مطلب گفتگو نہ کرتے تھے۔ ٹھہر ٹھہر کر بولتے تاکہ سننے والے کو پوری سمجھ آئے اور مدلل و معقول باتیں کرتے تھے۔ تو بیٹی میں یہ خصائص و فضائل کیوں نہ پیدا ہوتے؟ یوں بھی جس بچی کو گود اور پنگھوڑے میں ہی دینی تعلیم ملی ہو۔ اور اسے اللہ اور اس کے احکام سے روشناس کرایا گیا ہو وہ بچپن ہی کی عمر میں باپ کا نقش ثانی کیوں نہ بن جاتی؟

---

❶ ضعف دماغ اور کمزوری حافظہ کی عام شکایت کی جاتی ہے لیکن ضروری ہے کہ ہم اس کے علل و اسباب پر غور کریں۔ عمومی علل و اسباب یہ ہیں: (۱) کہ ہم بکثرت جرائم و معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ (2) دنیا کے بے شمار مسائل سر لے رکھے ہیں۔ (3) حلال کمائی کا اہتمام نہیں کرتے۔ (4) قرآن و سنت سے نفور ہیں..... ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر ان باتوں کا اہتمام کیا جائے گا تو دماغ اور قوت حافظہ پر خاطر خواہ اثر پڑے گا۔ ان شاء اللہ (فاروقی)

 www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ بنت رسول اللہ ﷺ قدرتی طور پر چہرہ مہرہ بھی محترم باپ ﷺ ہی کا رکھتی تھیں۔ وہی نقش و نگار، وہی خدوخال، وہی رنگ ڈھنگ، وہی چال ڈھال، وہی طرز کلام۔ جس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہوتا وہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو دیکھتا تو فوراً پہچان لیتا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر ہیں۔

محترمہ سیدہ عالم رضی اللہ عنہا کے حالات طفلی میں بھی مسلمان مردوں، عورتوں کے لیے بہت سے قیمتی اسباق پوشیدہ ہیں مثلاً:

اکثر دیکھا گیا ہے کہ جاہل مرد اور احمق عورتیں لڑکی کی پیدائش پر سوگ میں پڑ جاتی ہیں۔ اور ان کے گھروں میں صف ماتم بچھ جاتی ہے۔ وہ بیٹی کو منحوس خیال کرتی ہیں، اس کو آفت اور بلائے ناگہانی سمجھتی ہیں۔ اور اسی خیال سے بعض وقت اس کو مار دینے پر تیار ہو جاتی ہیں۔ بلکہ کئی بداندیش اس کو ہلاک بھی کر دیتے ہیں اور اسی طرح عرب کے زمانہ جاہلیت کی رسم کو تازہ کرتے ہیں۔ جناب رسول مقبول ﷺ کی بعثت سے پیشتر جاہل و احمق اہل عرب میں یہی رواج تھا۔ حالی مرحوم نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے ؎

کسی گھر میں پیدا جو ہوتی تھی دختر
تو خوف شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی جب تھی شوہر کے تیور
وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی

لیکن جب حضرت رسول مقبول ﷺ نے ظہور فرمایا، تو اس قسم کی بے رحمی کو کبیرہ گناہ قرار دے کر حکماً اس سے منع کر دیا گیا۔ خود رسول کریم ﷺ کے ہاں بیٹیاں پیدا ہوئیں اور حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی پیدائش پر رنج و افسوس کرنے کی بجائے خوشی کا اظہار فرمایا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کو گود میں لیا، پیار کیا، پالا پوسا، اچھی تعلیم دی، عمدہ تربیت فرمائی۔ اور امت کو سبق دیا کہ لڑکی آفت نہیں ہوتی بلکہ رحمت ہوتی ہے۔ اور اپنے ساتھ کئی رحمتیں اور برکتیں لاتی ہے۔ حضور ﷺ نے تو یہاں تک ارشاد فرمایا کہ جس کسی کے گھر میں لڑکی ہو اور وہ جوان ہونے تک اس کو نیک نیتی اور خالصتاً اللہ کی رضا کے لیے پالنا شروع کرے۔ اسے اچھا کھانا اور کپڑا دے۔ اس کی اچھی تربیت کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اجر عظیم دیتا اور اس کے بہت سے گناہ معاف کرتا ہے۔ [1] ایک حدیث میں ہے کہ اگر کسی نے ایک لڑکی کو پال پوس کر فی سبیل اللہ بیاہ دیا تو وہ اس کی نجات کا ذریعہ ہو جائے گی۔ اور حضور اکرم ﷺ کی سنگت نصیب ہوگی۔ [2] پس اہل اسلام کو حضور ﷺ ہی کے اسوہ و طریقہ پر چلنا اور حضور رسول مقبول ﷺ کی پیروی کرنا چاہیے۔

دوسرا سبق یہ ملتا ہے کہ جب بچہ پیدا ہو۔ چاہے وہ لڑکی ہو یا لڑکا، تو اس کے کانوں میں لاشعوری و نافہمی کی حالت میں بھی اچھے کلمات اور اچھی باتیں پہنچنی چاہئیں۔ کم از کم اس کے سامنے بری گفتگو اور برے کام سے پرہیز کیا جائے۔ اور یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ ابھی بے سمجھ ہے، اسے ہماری باتوں اور ہمارے کاموں کا کیا علم ہو سکتا ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ نفسیات کے ماہرین کے بقول جو کچھ گھر کے لوگ کہیں اور کریں گے۔ بچے کے دل و دماغ پر اس کا اثر ضرور پڑے گا۔

تیسرا سبق یہ ہے کہ بچے کو چھوٹی سی عمر میں ہی اسلامی تعلیم و آداب سکھانا چاہیے اور مناسب طریق سے اس کو ٹریننگ شروع کر دینی چاہیے۔ تاکہ جیسے جیسے وہ بڑھتا جائے ساتھ ہی ساتھ نیکی و بدی میں تمیز کرنا شروع کر دے۔ اچھے برے کام کو سمجھتا سیکھتا جائے۔

---

[1] سنن ابن ماجہ، الأدب، باب بر الوالد والإحسان الی البنات، حدیث: 3669 لیکن اس میں تین بیٹیوں کا ذکر ہے۔ اور دوسری حدیث میں ایک بیٹی کا ذکر بھی ہے۔ [2] مسند أحمد: 156،147/3، والسلسلۃ الصحیحۃ، حدیث: 296،295.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور سن شعور کو پہنچنے تک اس کو اسلام کے موٹے موٹے اصول و قواعد سے واقفیت ہو جائے۔

اس کے علاوہ بچوں کو کھلا اور آزاد نہ چھوڑ دینا چاہیے کہ جو ان کے جی میں آئے کرتے پھریں اور کوئی روک ٹوک نہ ہو۔ بلکہ اسے پیار کے ساتھ روک ٹوک بھی کریں۔ کبھی کبھی بوقت ضرورت اس کی ڈانٹ ڈپٹ بھی کریں۔ بچپن کا زمانہ بے شک آزادی اور بادشاہی کا زمانہ ہوتا ہے مگر یہ آزادی جائز حد تک ہونی چاہیے۔ یہ تو نہیں کہ بچہ کھیلتا ہے تو سارا دن کھیل کود ہی میں گزار دے۔ تماشے اور میلے دیکھنے کی لت پڑی ہے تو انہی کا شوقین ہو جائے۔ بازاروں اور گلی کوچوں میں گھومتا ہے تو گھومتا پھرے اور گھر آنے کا نام ہی نہ لے۔ ننگا دھڑنگا باہر کے چکر کاٹتا پھرے اور اس طرح بری عادتیں اور بد خصلتیں اس میں ایسی گھر کر جائیں کہ پھر بڑا ہو کر اس کی اصلاح ہی نہ ہو سکے۔ بلکہ اس پر گہری نظر رکھیں۔ اور اسے بروقت درست سمت پر ڈال دیں۔ بیٹیوں کا تو خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے۔ انہیں بالکل ننگا یا نیم عریاں نہ رکھیں۔ زیادہ باہر نکلنے سے روکیں۔ گھر میں بیٹھنے اور گھر کا کام کرنے کی عادت ڈالیں۔ پردے میں رہنے اور پردہ کرنے کی تعلیم دیں۔ کھیل تماشا، سینما اور اسی طرح کے ڈراموں میں انہیں ہرگز نہ جانے دیں۔ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بچپن پر غور کریں کہ کس طرح چھوٹی سی عمر میں انہوں نے سب باتیں سیکھ سمجھ لیں جو بڑی ہونے پر ان کے کام آئیں۔ اور کام بھی ایسی کہ ان کی بدولت دین و دنیا کی سب فضیلتیں اور عزتیں انہیں مل گئیں۔ ہم بھی کوشش کریں اور اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت پر شروع ہی سے توجہ دیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں بھی بلند مرتبے ملیں۔ اور ہماری اولاد ہمارے لیے باعث فخر بن سکے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعلیم وتربیت

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دنیا کے سب سے بڑے معلم، استاد اور پرنسپل تھے، اپنی امت کو حکم دیا ہے کہ

((طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ)).

''علم کا حاصل کرنا ہر مسلم مرد وعورت پر فرض ہے۔''[1]

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے علم پڑھانے اور علم پڑھنے پر زور دیا ہے۔ بلکہ استاد اور طالب علم دونوں کی بہت زیادہ فضیلت بیان فرمائی ہے۔

تحصیل علم سے یہ مراد نہیں کہ مسلمان اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کو کسی ایسے سکول، کالج اور یونیورسٹی میں داخل کرا دیں جہاں مغربی طرز کی تعلیم دی جاتی ہو، اور یورپی طریق تعلم جاری ہو، نہیں، اسلام میں علم سے مراد دینی علم ہے اور مسلمان مردوں عورتوں، بیٹوں، بیٹیوں کو یہی علم حاصل کرنے کی تاکید و ہدایت کی گئی ہے۔ اور قرآن و حدیث میں جہاں علم کی فضیلت وارد ہوئی ہے اس سے مراد یہی علم ہے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی ان کے مقدس باپ علیہ الصلوۃ والسلام نے یہی دینی تعلیم دینا شروع کی تھی۔ یوں تو سیدہ کی ولادت، سکونت، سوسائٹی، صحبت، رہن سہن، اٹھنا بیٹھنا، بولنا چالنا سب کچھ اسلام ہی کے مطابق تھا۔ اور اپنے گردو پیش وہ ہر بات کا ایک ایک لفظ دین ہی

[1] سنن ابن ماجہ، السنة، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، حدیث:224.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے متعلق سنتی تھیں۔ ہر فعل اور ہر عمل شریعت ہی کا دیکھتی تھیں مگر یہ ناکافی تھا۔ رسول مقبول ﷺ نے ان کی تعلیم و تربیت کا ذمہ اپنے سر لیا اور سکھانا پڑھانا شروع کر دیا۔

پہلے بتایا جاچکا ہے کہ بنت رسول (ﷺ) کے کانوں میں پیدا ہوتے ہی صرف وہی آوازیں اور وہی باتیں پہنچتی تھیں جو اللہ، نبی اور شریعت سے متعلق ہوتی تھیں۔ ظاہر ہے خانہ نبوت میں غیر شرعی باتیں کیسے آسکتی تھیں؟ یہاں تک کہ ان کو جو لوریاں دی جاتی تھیں ان میں بھی دینی تعلیم ہی ہوتی تھی۔ لیکن جب وہ ذرا سن شعور کو پہنچیں تو ان کی طرف خاص توجہ دی جانے لگی، ان کے ہر لفظ، ہر حرکت، ہر کام ہر بات پر نگرانی ہونے لگی۔ ہر قسم کے آداب و قواعد سکھائے جانے لگے۔ کہ یوں بولنا ہے، یوں بات کرنی ہے۔ یہ کہنا ہے یوں بلانا ہے۔ یہ کرنا ہے، اور یہ نہیں کرنا، اس طرح بیٹھنا ہے، اس طرح اٹھنا ہے۔ اس طرح چلنا ہے، اس طرح سونا ہے، اس طرح جاگنا ہے۔ فلاں کام وقت میں کرنا ہے۔ اور یوں کرنا ہے۔ فلاں کام کا موقع محل یہ ہے۔ فلاں کا موقع و محل یہ نہیں ہے۔ فلاں عمل موجب ثواب ہے۔ فلاں باعث عذاب ہے۔ فلاں جائز ہے فلاں ناجائز ہے۔ اس سے گناہ ہوتا ہے، اس سے نیک اجر ملتا ہے۔ غرض بچپن ہی میں یہ معصوم بچی یوں تعلیم پا رہی تھی جیسے کسی ٹریننگ کالج یا دارالعلوم میں پڑھائی اور سکھائی ہوتی ہے۔ اس میں حیرت کی کون سی بات ہے؟ جب دنیا کا معلم اخلاق و تہذیب خود اس معصومہ کا استاد تھا تو وہ ننھی سی عمر میں کیوں کسی بات اور کسی کام کو سمجھنے میں پیچھے رہتی؟

حضور ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ اپنا ہو یا بیگانہ، دوست ہو یا دشمن، رشتہ دار ہو یا غیر، ذرا کسی سے لغزش ہوتی تو فوراً اسے متنبہ فرماتے اور اصلاح کر دیتے۔ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا تو ان کے اپنے ہی جسم کا ایک ٹکڑا تھیں، یہ کب ممکن تھا کہ سیدہ کوئی غلطی کریں اور حضور ﷺ چپ رہیں۔ ان سے ذرا سی کوتاہی ہوتی تو حضور ﷺ اسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقت آگاہ فرما دیتے۔ جو بات آپ ﷺ کو ناگوار گزرتی فوراً روک دیتے۔ جو کام ناپسند ہوتا اس کا صحیح طریقہ بتا دیتے۔ اور ساتھ ہی سمجھا دیتے کہ اگر یہ کام یوں کیا جائے تو اللہ خوش ہوتا ہے۔ یوں کیا جائے تو اللہ ناراض ہوتا ہے۔ نیز اس سے دین وایمان میں بھی خلل آتا ہے۔ اسی کو تربیت کہتے ہیں یہ بچپن ہی سے ہونی چاہیے۔

یہ تو معلوم ہوگا! کہ نو سال کی عمر میں سیدہ عالم رضی اللہ عنہا والدہ مکرمہ کی آغوش سے محروم ہوگئی تھیں۔ اس حالت میں جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد اوران کی ہمشیرہ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے جو رشتہ میں آنحضرت ﷺ کی پھوپھیاں تھیں، فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑا یعنی ان کی پرورش کی اور خوب خوب کی۔

یہ دونوں خواتین بڑی دانا اور تجربہ کار تھیں۔ خانہ داری اور دوسرے دنیاوی کاموں میں بہت سلیقہ شعار اور ماہر کامل تھیں۔ ان دونوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو گھریلو کاموں اور دوسرے دنیوی امور میں ٹریننگ دینا شروع کی۔ یعنی علوم دینیہ کی تعلیم وتربیت خود رسول مقبول ﷺ دیتے تھے اور خانگی اور دنیوی کاموں کی سکھلائی والدہ علی رضی اللہ عنہ فاطمہ بنت اسد اوران کی بہن ام ہانی کے ذمہ تھی۔ ان دونوں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تھوڑی ہی مدت میں ماہرہ کاملہ بنا دیا اور گھر کے تمام اونچ نیچ سے آگاہ کر دیا۔ چنانچہ دختر رسول ﷺ ابھی زیادہ بڑی نہیں تھیں کہ عام ذمہ داریوں کو سمجھ کر گھر کا چارج سنبھال لیا۔ اور سارے کام اپنے مبارک ہاتھوں سے کرنے لگ گئیں۔

مسبب الاسباب جل شانہ کی قدرت وحکمت دیکھیے کہ دین کے معاملہ میں تو وہ مقدس باپ ملا۔ جس نے معلم ومبلغ کی حیثیت سے اپنی محبوب ترین بیٹی کو ایسی تعلیم وتربیت دی کہ وہ ((سَيِّدَةُ نِسَآءِ الْعَالَمِينَ)).[1]

[1] صحيح البخاري، الاستيذان، باب من ناجى بين يدى الناس، حديث:6286,6285، والمستدرك للحاكم:170/3، حديث:4740.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خواتین جنت کی سردار بن گئیں اور دنیوی معاملات میں وہ تجربہ کار اور ماہر معلمات دستیاب ہوئیں جنہوں نے ایک مختصر سی سکھلائی میں اس سیدہ افتخار دو عالم کو اس قدر کامل واکمل کر دیا کہ جس عمر میں عام لڑکیوں کو پاکی اور پلیدی میں خاطر خواہ تمیز نہیں ہوتی، نہ امور خانہ داری کا طریقہ جانتی ہیں۔ اس عمر میں یہ معصومہ سارے گھر کی انچارج اور مختار کار بن گئیں۔

سچ ہے ''ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات!'' جس میں کوئی صلاحیت، خوبی اور خصوصیت ہوتی ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ اسباب بھی ویسے ہی پیدا کر دیتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چونکہ شیر خوارگی ہی میں بے مادہ ہوگئی تھیں اس لیے انہیں جبراً گھریلو کام سکھائے گئے وہ اسی لیے چھوٹی سی عمر میں خانہ داری سے واقف ہوگئیں، اور طوعاً وکرہاً انہیں اتنی سی عمر میں گھر کا کام کاج سنبھالنا پڑا۔ مگر یہ خیال درست نہیں ہے اس لیے کہ عام مشاہدہ کی بات ہے جن لڑکیوں کی مائیں چھوٹی عمر میں فوت ہو جاتی ہیں۔ وہ کچھ سیکھنے پڑھنے کی بجائے پہلے سے زیادہ آزاد بے باک اور شوخ ہو جاتی ہیں اور کام کرنے کا نام نہیں لیتیں۔ ہاں! مگر وہ خوش نصیب لڑکیاں جو ماں کی گود سے محروم ہونے کے باوجود اعلیٰ تربیت پاتی اور دولت تعلیم سے مالا مال ہوتی ہیں، کم سنی میں بھی اپنے کمال فن کے جوہر دکھاتی ہیں۔ اور اللہ کا فضل وکرم ان پر سایہ افگن رہتا ہے۔ چنانچہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ایسی ہی ایک فرخندہ اختر بچی تھیں۔ جن کی تعلیم وتربیت بچپن ہی میں پایہ تکمیل کو پہنچ گئی اور وہ صغر سنی میں چراغ خانہ بن گئیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عرب چونکہ گرم ملک ہے۔ اس لیے اس آب وہوا میں چھوٹی عمر کی لڑکیاں جلد عورتیں بن جاتی ہیں۔ چنانچہ وہاں آٹھ دس سال کی اور زیادہ سے زیادہ بارہ سال کی لڑکی اچھی خاصی جوان نظر آتی اور شادی واولاد کے قابل سمجھی جاتی ہے۔ اگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بچپن کی عمر میں گھر کا چارج لے لیا ہو تو کوئی بڑی بات نہیں۔ لیکن یہ بات بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غلط ہے۔ مانا کہ گرم ملکوں کی لڑکیاں ہمارے یہاں کی لڑکیوں کی بہ نسبت جلدی بڑی ہو جاتی ہیں۔لیکن جسامت میں بڑا ہونا اور شے ہے اور قابلیت میں آگے بڑھنا اور چیز ہے۔ بقول شخصے:

آدمیت اور شے ہے، عقل ہے کچھ اور چیز
لاکھ طوطی کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

فاطمہ رضی اللہ عنہا کے زمانہ میں اونچے اور اعلیٰ گھرانوں کی دس دس، پندرہ پندرہ سال کی شہری لڑکیاں اور اٹھارہ اٹھارہ، بیں بیں سال کی دیہاتی اور بدو لڑکیاں ایسی نظر آتی تھیں جو بالغ تو کبھی کی ہوچکی تھیں مگر عقل وفہم سے بالکل ہی کوری تھیں۔گھر کا کوئی کام نہ کرسکتی تھیں۔تعلیم سے بالکل عاری تھیں۔کھیل کود اور میلوں تماشوں میں وقت گزارتی تھیں۔ فضول باتوں اور بے ہودہ کاموں میں لگی رہتی تھیں۔ جیسے کہ ہمارے ہاں ایسے بہت سے نمونے مل جاتے ہیں۔آخر وہ بھی تو فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی کی ہمعصر تھیں۔مگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر نیک اختر کو کچھ ایسی تعلیم و تربیت ملی کہ وہ کم سنی ہی میں دین و دنیا کے جملہ امور؛ معاملات سے واقف ہوگئیں۔اور اس کے برعکس دوسری لڑکیوں کو پڑھنے سیکھنے کا موقع ملا، نہ ان میں کوئی شوق تھا۔لہٰذا وہ جوان ہونے کے باوصف بھی نادان اور انجان ہی رہیں۔

بہر حال فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جس اعلیٰ طریق سے تعلیم و تربیت پائی ہے۔اس سے بھی ہم بہت کچھ حاصل کر سکتے اور سیکھ سکتے ہیں۔مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں میں آج کل جو بے دینی اور مذہبی بے رغبتی پھیلی ہوئی ہے، اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم اپنی اولاد کو شروع ہی میں دینی تعلیم نہیں دیتے۔بس بچے نے ذرا ہوش سنبھالا تو اسے کسی انگریزی سکول میں داخل کرا دیا۔وہاں سے فارغ ہوا تو کالج میں لے دوڑے، اس پر بھی صبر نہ آیا تو کسی مغربی ملک میں بھیج دیا۔جہاں جاکر اس کا رہا سہا دین و ایمان بھی غرق ہوگیا۔دنیوی علوم وفنون کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحصیل کوئی بری چیز نہیں مگر اسلام نے ہدایت فرمائی ہے کہ علم دین کو مقدم سمجھو۔ اور دوسرے تمام علوم وفنون کو اس کے تابع رکھو۔ مطلب یہ ہے کہ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ کے علاوہ جو باقی علوم ہیں وہ اگر حاصل کرو تو صرف اس لیے کہ ان سے دین وملت کو تقویت پہنچے۔ اور وہ قوم و مذہب کے فائدے اور نفع کے لیے ہوں۔ اگر محض ذاتی منفعت اور دنیوی عزو جاہ کے لیے انہیں حاصل اور خرچ کرنا ہے، تو یہ بات اللہ اور اس کے رسول پاک ﷺ کو ناپسند ہے۔ مگر آج تو اس کے برعکس عمل ہو رہا ہے۔ بیٹے تو رہے ایک طرف بیٹیاں بھی مغربی تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ بقول اکبر الہ آبادی:

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی
ڈھونڈ لی قوم نے ''فلاح'' کی راہ

اِنَّا لِلّٰہِ! اس کے علاوہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہ حالات ہمیں بتاتے ہیں کہ اگر شیر خوار اور کم سن بچے کو بھی اعلیٰ تعلیم اور عمدہ تربیت دی جائے تو وہ چھوٹی سی عمر میں اتنا کچھ پڑھ اور سیکھ جاتا ہے کہ بڑی عمر کا بچہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

ابھی تھوڑی ہی مدت ہوئی ہے، ہم نے لاہور میں چھ سال کے ایک عرب بچے کو دیکھا جس نے سارا کلام اللہ شریف حفظ کر رکھا تھا۔ وہ قرآن کریم اتنی خوش الحانی، صحت اور صفائی سے تلاوت کرتا تھا کہ غیر مسلم بھی مسحور و متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے تھے۔ جب اس کے حالات سنے تو معلوم ہوا کہ اس نے چار سال کی عمر میں کلام پاک ختم کر لیا۔ اور پھر دو سال میں اس کو زبانی بھی یاد کر لیا۔ [1]

[1] پچھلے دنوں تنزانیہ کا چار پانچ سال کا بچہ اگر قرآن پڑھتا اور اجتماعات میں تقریر کرتا تھا تو اس میں اتنا بڑا کوئی عجوبہ نہیں کہ پوری دنیا کو حیران پریشان کر دیا جائے۔ جب اس واقعہ کی بابت معلومات فراہم ہوئیں تو اندر کھاتے قادیانیوں کی کارستانی معلوم ہوئی کہ عظمت اسلام کے نام پر اپنی دھاک بٹھا کر لوگوں کو ''قادیانی ازم'' کی طرف لانا چاہتے تھے۔ (فاروقی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بچے کا دماغ ایک آئینے کی مانند ہوتا ہے جو کچھ سامنے ہوگا وہی کچھ آئینے میں دکھائی دے گا، اگر اسے رگڑ مانجھ کر صاف رکھا جائے تو چمکیلا اور مجلی رہے گا۔ ورنہ زنگ کھا کر بیکار ہو جائے گا۔ پس اگر شروع ہی میں بچے کی اچھی تربیت کی جائے، اسے اچھا علم پڑھایا جائے تو اس کا دماغ سلجھ جائے گا۔ اور کسی وقت دین وقوم میں نام پائے گا۔ اور سب کو نفع پہنچائے گا ورنہ سب کے لیے پریشانی اور سبکی کا باعث بنے گا۔

کاش! کہ ہمارے بھائی اور بہنیں بچوں کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دیں اور انہیں مذہب وملت کے لیے مفید ونفع بخش بنائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باپ، بیٹی کی محبت

قربان جایئے! رسول اللہ ﷺ کے ہر ایک عمل اور ہر ایک طریق پر کہ آپ ﷺ کی جو بات تھی سب سے نرالی اور سب سے پیاری تھی۔ جو کام تھا سب سے جدا اور سب سے محبوب تھا۔ آنحضور ﷺ جس سے محبت کرتے تھے اور نہایت مخلصانہ کرتے تھے۔ اس محبت کا رنگ بھی عجیب ہوتا تھا۔ آپ جس شخص سے ملتے وہ یہی سمجھتا کہ جتنی الفت آپ ﷺ کو مجھ سے ہے اتنی اور کسی سے نہیں ہے۔ آپ ﷺ کے اصحاب کبار رضی اللہ عنہم اور فدا کار رضی اللہ عنہم جو آپ ﷺ پر جان چھڑکتے اور تن من دھن نثار کرتے تھے، سب ہی آپ ﷺ کے دوست اور محبوب تھے۔ مگر ان میں سے ہر ایک یہی خیال کرتا تھا کہ جس قدر محبت آپ ﷺ مجھ سے کرتے ہیں کسی دوسرے سے نہیں کرتے۔ اور آپ کی توجہ سب سے زیادہ میری ہی طرف ہے۔

یہی حال آپ کے اعزاء و اقارب اور آل اولاد کا تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ سب سے ہی محبت فرماتے تھے۔ اور اس میں اپنی طرف سے کوئی امتیاز و فرق روا نہ رکھتے تھے۔

ہاں! ایک فرق ضرور تھا۔ اور وہ یہ کہ حضور ﷺ کو کام پیارا تھا چام پیارا نہ تھا۔" جس کو دین کا علم سب سے زیادہ ہوتا، جس کے عمل سب سے اچھے ہوتے، جس کو اللہ اور اس کے رسول سے سب سے زیادہ لگاؤ ہوتا، جو کتاب و سنت کی سب سے زیادہ اطاعت کرتا، جو اللہ اور نبی ﷺ کے احکام پر سب سے زیادہ سر جھکاتا، اس کو حضور ﷺ سب سے محبوب و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عزیز رکھتے اور اسی کی زیادہ قدر افزائی فرماتے تھے۔

پس آنحضرت ﷺ کو اگر فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے محبت تھی اور آپ ان کو اگر ساری اولاد سے بڑھ کر محبوب و عزیز رکھتے تھے تو اس کا بنیادی سبب وہی تھا جو اوپر مذکورہ ہوا۔ یعنی سیدہ محترمہ چونکہ والد گرامی ﷺ ہی سے تعلیم و تربیت یافتہ تھیں۔ اور آپ ﷺ کے بلند ترین مقام کو سمجھ کر ہر بات اور ہر کام میں ان کے نقش پا پر چلتی اور انہیں کی پیروی کرتی تھیں۔ اس لیے آنحضرت ﷺ بھی انہیں سب سے پیارا سمجھتے اور ان کی قدر و توقیر فرماتے تھے۔

ایک باپ کو اپنی بیٹی سے اور ایک بیٹی کو اپنے باپ سے دنیاوی رسم و رواج کے مطابق یا جسمانی اور خونی رشتے کے لحاظ سے جو محبت ہوتی ہے وہ تو ہوتی ہی ہے۔ لیکن یہاں تو دین و شریعت کا معاملہ بھی ساتھ تھا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا چونکہ نہایت صالح و متقی، نیکو کار و شب زندہ دار، فرمانبردار اور عبادت گزار تھیں۔ اللہ اور رسول ﷺ کے ہر حکم پر چلتی تھیں۔ اللہ اور اس کے نبی ﷺ کو خوش رکھتیں اور ان کی خوشی میں بے پناہ مسرت محسوس کرتی تھیں۔ اس لیے باپ بیٹی کی محبت آخری درجہ تک پہنچ گئی تھی۔ یہاں تک کہ جب تک یہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ نہ لیتے صبر و قرار نہ آتا۔

سچ پوچھیے! تو یہ دین کا معاملہ بھی بڑا ہی نازک اور اہم معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ و پسندیدہ بندے ہر آن یہی چاہتے ہیں کہ ساری دنیا اللہ کے سچے اور پاک مذہب کی پیروکار نظر آئے۔ وہ دنیا کی کسی چیز کو حتیٰ کہ والدین، اعزاء و اقارب، آل اولاد کو بھی اپنے مذہب سے عزیز نہیں سمجھتے۔ اور اس کو بھی اپنے دین کے تابع رکھنا چاہتے ہیں۔ یاد ہوگا! کہ یعقوب علیہ السلام اپنے فرزند جناب یوسف علیہ السلام کی فرقت میں عرصہ دراز تک تڑپتے رہے اور ان کی جدائی میں رو رو کر آنکھیں کھو بیٹھے تھے۔ لیکن جب یوسف علیہ السلام نے مصر کی شاہی پا کر باپ کی خدمت میں قاصد بھیجا کہ وہ میرے پاس تشریف لے آئیں تو پیغام رساں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے سب سے پہلا سوال جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے کیا، وہ یہ تھا کہ بتاؤ! میرا بیٹا کس دین پر ہے؟ اور کس مذہب پر کاربند ہے؟ تو قاصد سے یہ سن کر کہ ''اس کا دین وہی ہے جو آپ کا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب کا پیرو ہے'' جناب یعقوب علیہ السلام خوشی سے اچھل پڑے اور اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکریہ ادا کیا۔ [1] مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ خدانخواستہ اگر ان کا فرزند کسی اور مذہب میں ہوتا تو یعقوب علیہ السلام پر نہ تو اس کے زندہ و سلامت ہونے کا کچھ اثر ہوتا۔ اور نہ وہ اس کی ملاقات کے لیے جانے کو تیار ہوتے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ والوں کو جتنی محبت اپنے دین و مذہب سے ہوتی ہے، اتنی محبت اور کسی سے نہیں ہوتی۔ اور اگر کسی سے ہوتی ہے تو محض اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ اس دین کامل کا پیرو اور اللہ و رسول کا فرمانبردار اور کتاب و سنت کا مکمل اطاعت گزار ہے۔

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیٹی سے بڑی محبت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی کوئی چیز اس سے زیادہ پیاری نہ تھی۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین سب سے زیادہ عزیز تھا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بھی عزیز! اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا وہ بے پناہ اور انتہائی مخلصانہ پیار، جس کے طفیل آپ کو تمام مراتب و مناصب عطا ہوئے تھے، آپ میں ہر وقت ٹھاٹھیں مارتا رہتا اور سب پر غالب رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ﴾. [2]

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم کو تمھارے اموال اور تمھاری اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دے۔''

پس آپ اگر اپنی اولاد کو عزیز رکھتے یا کسی دوسرے سے محبت کرتے تو اس میں بھی

[1] تفسیر الدر المنثور: 583/4 بحوالہ تفسیر ابن ابی حاتم۔ [2] سورۃ المنافقون 9:63.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خالق اکبر جل شانہ کا جذبہ محبت غالب و نمایاں رہتا۔ سو یاد رکھنا چاہیے کہ اگر آنحضرت ﷺ اپنی بیٹی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بہت چاہتے، اور اسے سب سے زیادہ محبوب رکھتے تھے، تو ان کی اس محبت میں بھی حب الٰہی کارفرما اور جلوہ گر تھی۔ اور اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ سے بے حد محبت رکھتی تھیں تو وہ بھی خالصۃً للہ تھی۔ اور اس وجہ سے تھی کہ ان کا باپ اللہ کا رسول اور حبیب ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ اپنے والد والہ شان کے قدم پر قدم رکھتیں اور ان کی پوری پوری اطاعت و فرمانبرداری کرتی تھیں۔ یہ اسی محبت ہی کا نتیجہ تھا کہ جب اسلام کے بدترین دشمن جناب سرور کائنات ﷺ کو کوئی تکلیف دیتے یا آپ کے خلاف سازش کرتے، تو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سخت بے چین ہو جاتیں اور جیسے بھی بن پڑتا آپ کو اس ایذا سے بچانے اور آپ کی تکلیف دور کرنے کی کوشش کرتیں۔

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت رسول مقبول ﷺ کعبہ شریف میں نماز ادا کر رہے تھے۔ ادھر حرم اقدس کے قریب ہی سرداران مکہ نے بھی شراب خوری، چوپڑ بازی اور اسی قسم کی دوسری فضول و بے ہودہ مجلسیں لگا رکھی تھیں۔ ان مجلسوں کا کرتا دھرتا وہی ابوجہل تھا جو آنحضرت ﷺ کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ اس نے جو حضور ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا تو غضبناک ہو کر دانت پیسنے لگا۔ پھر دوسروں سے مخاطب ہو کر بولا۔ (نقل کفر کفر نباشد) ذرا اس مکار و ریاکار (مراد رسول اللہ ﷺ) کو تو دیکھو، کہ کیا کر رہا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ آج فلاں قبیلہ نے جو فلاں جگہ اونٹ ذبح کیا ہے اس کی نجاست سے بھری ہوئی اوجھڑی [1] وہاں پڑی ہے کوئی اسے اٹھا لائے۔ اور جب یہ شخص سجدے کے لیے اوندھا گرے تو اس کی پیٹھ پر رکھ دے۔ بد اندیش کمینہ فطرت عقبہ بن ابی معیط نے کہا: میرے سوا یہ "خدمت" کون سرانجام دے سکتا ہے؟ وہ بھاگتا ہوا گیا، اوجھڑی اٹھا لایا۔ اور جب حضرت رسول مقبول ﷺ سجدہ

[1] حدیث کے الفاظ "سَلٰی جزور" کے معنی بچہ دانی کی جھلی کے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں گئے تو فوراً آپ کی پیٹھ پر رکھ دی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو اسی عقبہ بن ابی معیط کی غلامی سے آزاد ہو کر مسلمان ہوئے تھے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ انہیں خود تو رسول اللہ ﷺ کی یہ تکلیف دور کرنے کی جرأت نہ ہو سکی البتہ بھاگے بھاگے حضور ﷺ کے خانہ مبارک پر گئے اور سیدہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ سیدہ محترمہ رضی اللہ عنہا اگرچہ اس وقت کم سن تھیں لیکن سنتے ہی بے چین ہو گئیں۔ دوڑتی ہوئیں کعبہ معلیٰ میں پہنچیں۔ آپ کو اس حال میں دیکھ کر تڑپ اٹھیں۔ اوجھڑی نیچے گرائی، کفار کو جلی کٹی سنائیں۔ ایک کو آڑے ہاتھوں لیا اور انہیں ایسی ڈانٹ پلائی کہ آگے سے وہ منہ نہ کھول سکے۔ [1] سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے علاوہ آنحضرت ﷺ نے بھی قریش کے ان اشقیاء کو خصوصاً ابوجہل، عقبہ بن ابی معیط، امیہ بن خلف، عتبہ اور شیبہ بن ربیعہ کو بددعا دی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھا کر فرمایا، جن لوگوں کو آپ نے بددعا دی، بدر کے موقع پر میں نے انہیں ذلت کی موت مرا پایا۔ اور انہیں گھسیٹ کر بدر کے ویران کنویں میں پھینک دیا گیا۔

ایک دن ابوجہل نے کسی بات پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے طمانچہ مار دیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے اس کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: جاؤ بیٹی ابوسفیان کو بتاؤ۔ انہوں نے ابوسفیان کو بتایا۔ ابوسفیان نے سیدہ کے ہاتھ سے بدلہ دلوا دیا۔ حضور ﷺ نے ابوسفیان کے لیے ہدایت کی دعا فرمائی۔ جس کے نتیجے میں چند ہی سال بعد ابوسفیان ایمان لے آئے۔ [2]

اسی طرح ایک بار یہ نابکار قریش کسی جگہ اکٹھے ہوئے اور مشورہ کرنے لگے کہ اس مدعی نبوت (رسول اللہ ﷺ) پر یکدم اس طرح حملہ کریں کہ انہیں مار مار کر زخمی اور بے ہوش کر دیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس وقت بھی کم سن تھیں انہوں نے یہ سب کچھ اپنے کانوں سے سن

---

[1] صحیح البخاري، الوضوء، اذا القی علی ظھر المصلّی قذر أو جیفۃ...، حدیث: 240 و صحیح مسلم، الجھاد و السیر، باب ما لقی النبي من أذی المشرکین و المنافقین، حدیث: 1794. [2] سیرت نبویہ سید احمد زینی وحلان بر حاشیہ سیرت: 2/4.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیا اور حضور ﷺ کو ان کی سازش کی اطلاع کر دی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: بیٹی! گھبراؤ نہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرے گا۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ گھر سے نکلے اور مسجد الحرام میں تشریف لے گئے۔ سازشیوں نے آپ کو دیکھا تو آنکھیں نیچی کر لیں۔ حضور ﷺ نے ایک مٹھی بھر خاک ان کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا:

((شَاهَتِ الْوُجُوْهُ)).

یہ مٹی جس جس کافر پر پڑی جنگ بدر میں وہ دوزخ کی غذا بن گیا۔[1]

اسی قسم کے کئی واقعات کتابوں میں لکھے ہیں جس سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی محبت کا پتہ چلتا ہے جہاں کوئی سازش ہوتی اور آپ سن پاتیں، تو فوراً حضور اکرم ﷺ کو اس سے مطلع کرتیں۔ جب بھی آنحضرت ﷺ کو کسی قسم کی ایذا و تکلیف پہنچتی تو آپ کو اس کا علم ہو جاتا تو جیسے بھی ممکن ہوتا سیدہ خاتون جنت اس کو دور کرنے کی کوشش فرماتیں۔

سرور کونین ﷺ جب کسی جنگ میں شریک ہوتے تو فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اس خطرناک مقام پر پہنچ جاتیں اور والد معظم ﷺ کی ہر ممکن خدمت بجا لاتیں۔ گاہے گاہے میدان جنگ میں دشمن کی اسکیموں پر نگاہ رکھتیں۔ ان کی حرکات و سکنات پر غور کرتیں۔ مجاہدوں کو پانی پلاتیں، زخمیوں کے زخم دھوتیں۔ ان کی مرہم پٹی کرتیں اور انہیں کھانا کھلاتیں۔ یہ سب وہ محض اللہ کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرنے کے لیے کرتی تھیں کسی دنیوی پاس و لحاظ یا طمع و لالچ کو اس میں مطلق دخل نہ تھا۔

جناب رسالت مآب ﷺ بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جان سے عزیز رکھتے اور ان کے رنج و راحت میں شریک ہوتے تھے۔ حضور ﷺ قریباً روزانہ ان کے گھر جاتے۔ اور انہیں دیکھ کر خوش ہوتے ان کی خبر گیری کرتے۔ کوئی تکلیف ہوتی تو اسے رفع کرنے کرانے کی

[1] مسند أحمد:1/303.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوشش فرماتے۔ ❶

آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کہیں تشریف لے جاتے۔ تو سب سے آخر میں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے رخصت ہوتے۔ اور جب واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ملتے۔ ❷

یہ تو معلوم ہوگا کہ باپ بیٹی کے گھروں میں عموماً فاقہ رہتا تھا۔ اگر باپ کے گھر میں کئی کئی روز روٹی نہ پکتی تو بیٹی کا چولہا بھی کئی کئی دن گرم نہ ہوتا۔

ادھر تھے پیٹ پر پتھر ادھر بھی تھا شکم خالی
تھا ان فاقہ کشان دین و ملت کا خدا والی

لیکن حضور اقدس ﷺ کے گھر جب کہیں سے کوئی کھانے پینے کی چیز آ جاتی تو آپ ﷺ اس میں سے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا حصہ ضرور نکالتے اور انہیں بھجوا دیتے۔ اس طرح گھر میں کوئی خاص چیز پکتی جو شاذ و نادر ہی پکتی تھی تو وہ بھی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو بھجوا دی جاتی۔ کہیں دعوت پر تشریف لے جاتے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر میں بھوکی ہوتیں تو آپ ﷺ صاحب خانہ کی اجازت سے ان کے لیے بھی کچھ بھیج دیتے۔ ❸ کہیں سے کپڑا آتا تو بقدر مناسب وہ بھی بیٹی کو بھیجا جاتا۔ قصہ مختصر یہ کہ حضور ﷺ بھی اپنی بیٹی کو دل سے چاہتے اور فخر کرتے تھے کہ ان کی تربیت یافتہ بیٹی تمام دینی و دنیوی معاملات میں خوب لائق و فائق ہے۔

باپ بیٹی کی یہ محبت و الفت واضح کرتی ہے کہ اولاد میں جس قدر دینی قابلیت، مذہبی

---

❶ سنن أبي داود، الترجل باب ماجاء في الانتفاع بالعاج، حديث: 4213، والمستدرك للحاكم: 3/169، حديث: 4739، ومسند أحمد: 5/575 (ضعيف). ❷ المعجم الكبير للطبراني: 2/103، حديث: 1453. ❸ المعجم الصغير للطبراني: 1/124، حديث: 185، و صحيح ابن حبان: 12/16، حديث: 5216.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیاقت، احکام الٰہی کی پابندی، رسول مقبول ﷺ کی فرمانبرداری، کتاب و سنت کی اطاعت، تقوی اور زہد و عبادت کا شوق و ذوق ہو، اسی قدر اس سے محبت ہونی چاہیے۔ اسی قدر اس سے لگاؤ اور تعلق رکھنا چاہیے۔ اور اسی قدر ان کی قدر و توقیر کرنی چاہیے۔

افسوس! کہ آج اس کے برعکس نظر آتا ہے۔ ہماری اولاد، ہمارے بیٹے بیٹیاں جتنی بے دین، جس قدر لامذہب ہوں اسی قدر ہم خوش ہوتے اور ان سے محبت کرتے ہیں۔ وہ جس قدر شوخی، گستاخی، بے ادبی اور نافرمانی کریں اتنے ہی ہم فخر سے اتراتے اور مسرور ہوتے ہیں اور ان کی ایسی قبیح حرکات کا کوئی نوٹس نہیں لیتے۔ اولاد کو اللہ یاد رہے یا نہ رہے، رسول اللہ ﷺ سے تعلق واسطہ ہو یا نہ ہو، شریعت کے احکام بھولتے ہیں تو بھولے رہیں، قرآن و حدیث سے لگاؤ نہ ہو تو نہ سہی۔ ہمیں مطلق پرواہ نہیں۔

ہمیں یہی فخر کیا کم ہے کہ ہماری اولاد انگریزی تعلیم یافتہ ہے، گریجویٹ ہے، ولایت پاس ہے۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں کی فارغ التحصیل اور سند یافتہ ہے۔ اور کسی اچھے عہدے پر فائز اور کسی اچھی ملازمت سے وابستہ ہے۔ آج اولاد کے تعلقات والدین سے اتنے ہی ہیں کہ ماں باپ نے اسے جنا اور پالا۔ اور وہ ان کے گھر میں پیدا ہوئی اور بڑھی۔ مگر فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے والد ذیشان (ﷺ) کے تعلقات نے ثابت کر دیا کہ والدین کے ساتھ اولاد کی محبت، محض دنیوی، رسمی، رواجی، جسمانی اور خونی ہی نہ ہونی چاہیے، بلکہ ''روحانی'' بھی ہونی چاہیے۔ اور ظاہر ہے کہ روحانیت دین و مذہب اور اس کے احکام کی پابندی سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر یہ پابندی نہیں تو روحانیت کیسی؟

کاش! کہ ہم اس معاملہ پر غور کریں۔ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پوری پوری اطاعت کر کے اپنی اور اپنی اولاد کی زندگی کو جنت کا نمونہ بنائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شادی

ایک مصلح اور نبی کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ ہر کام کی اصلاح کرے۔ اس کا صحیح اور اچھا طریقہ بتائے۔ بے کار اور نکمی رسموں کو مٹائے۔ بیہودہ اور واہیات رواجوں سے منع کرے۔ فضول خرچیوں سے روکے۔ اور ایسا راستہ نکالے جس سے انسانیت تباہی و بربادی سے بچ جائے۔

جناب رسول اللہ ﷺ چونکہ مصلح اعظم تھے۔ اس لیے جہاں آپ نے دوسرے بہت سے کاموں، رسموں رواجوں اور طریقوں کی اصلاح فرمائی وہاں رسومات شادی میں بھی ترمیم و تنسیخ کی۔ حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے اہل عرب بڑے طمطراق سے شادیاں کرتے تھے۔ ان کے لیے بھاری قرض اٹھاتے اور حیثیت سے زیادہ خرچ کرتے تھے۔ جن لوگوں میں اتنا خرچ برداشت کرنے کی طاقت نہ ہوتی، ان کی کنواری لڑکیاں مدت تک گھر میں ہی پڑی رہتی تھیں اور کئی لوگ اس خیال سے ان کا رشتہ نہ لیتے تھے کہ جہیز کم ملے گا یا برات تھوڑی لے جانی پڑے گی۔ اور اس کی خاطر تواضع پر تکلف نہ ہوگی۔

لیکن حضور سرور دو عالم ﷺ نے نہ صرف ان بیہودہ رسموں کو دور فرمایا بلکہ ان بیٹیوں کی سادہ شادیاں کر کے ایک نمونہ قائم کیا۔ اور امت کو بتایا کہ جونہی لڑکی سن بلوغ کو پہنچے، فوراً اسے بیاہ دینا چاہیے۔[1] سگائی (منگنی) وغیرہ کوئی چیز نہیں نکاح شادی پر بقدر استطاعت

[1] شعب الإيمان: 11/137، 138، حدیث: 8299، 8302.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خرچ کرنا چاہیے اور یہ فرض نہایت سادہ وسہل طریق سے ادا کرنا چاہیے۔ حضور ﷺ نے اپنی چاروں صاحبزادیوں کی شادیاں بہت ہی سادگی سے کیں اور کسی قسم کی نمائش، زیبائش، تکلف اور اسراف کو قریب نہ آنے دیا۔

دیکھیے! جب فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بڑے بڑے رئیس اور دولت مند رشتہ کے لیے درخواستیں کرنے لگے۔ دراصل اعزاز وشرف اور حصول برکت کے لیے وہ ایسا کرتے تھے۔ چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو حضور ﷺ کے یاران خاص سے تھے انہوں نے بھی درخواست پیش کی، مگر حضور ﷺ نے دونوں سے فرمایا: جلدی نہ کرو اور حکم الٰہی کے منتظر رہو۔ (پھر ان دونوں حضرات نے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو آمادہ کیا کہ آپ بھی درخواست کریں۔ وہ جھجکنے، شرمانے اور ہچکچانے لگے۔ لیکن دوستوں نے مجبور کر کے درخواست کرا ہی دی جو...... منظور کر لی گئی، اور بہت ہی سادہ طریقہ سے نکاح ہو گیا۔[1]

بعض کتابوں میں یوں بھی لکھا ہے کہ جناب شیر خدا رضی اللہ عنہ درخواست پیش کر کے چلے گئے۔ اور کسی کی مزدوری کرنے لگے اتنے میں حضور ﷺ کا پیغام پہنچا کہ جس حال میں ہو چلے آؤ۔ علی رضی اللہ عنہ کا جسم اس وقت مٹی سے اٹا ہوا تھا۔ اور کپڑے بھی غبار آلود تھے۔ دربار نبوی میں جا حاضر ہوئے۔ حکم ہوا، ذرا غسل کر آؤ، اپنی لڑکی کا نکاح تم سے کرنا ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نہا دھو کر مسجد میں گئے۔ چند احباب کو بلایا۔ اور سنتِ نکاح ادا ہو گئی۔[2]

اب غور کیجیے کہ بڑے بڑے رئیسوں اور دولت مندوں کی درخواستیں تو مسترد کی جاتی ہیں لیکن علی رضی اللہ عنہ جو نان شبینہ کے محتاج ہیں محنت و مشقت کر کے بمشکل گزران کرتے ہیں، اور اتنا مقدور بھی نہیں رکھتے کہ شادی پر خرچ کر سکیں، مہر ادا کر سکیں یا ولیمہ کی دعوت

[1] طبقات ابن سعد: 19/8. [2] طبقات ابن سعد: 22/8.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہی کر سکیں، ان کی درخواست فوراً قبول کر لی جاتی ہے۔ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا ایسی چہیتی بیٹی ان سے بیاہ دی جاتی ہے۔ زہد اور فقر پسندی کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہو سکتی ہے؟

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان دنوں اتنے غریب تھے کہ کرایہ کے مکان میں رہتے تھے اور کوئی سرو سامان نہ رکھتے تھے۔ ❶ دراصل اس میں بھی ایک راز تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ امت کے لوگ اپنی بہنوں، بیٹیوں کے لیے مالدار اور امیر گھرانے ہی نہ ڈھونڈتے پھریں کہ غریب کہیں رشتوں ناطوں سے محروم ہی نہ رہ جائیں۔ بس اس لیے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ ایسے تنگدست، مفلس اور محنتی کو امراء و رؤسا پر ترجیح دی۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی زرہ قریباً سوا سو روپے میں بیچ دی اور مہر ادا کیا۔ ان کے ایک دوست نے بھیڑ لا کر ذبح کی۔ ایک نے جو کا دلیہ پکوایا۔ ایک نے کچھ کھجوریں اور چھوہارے رکھ دیے اور دعوت ولیمہ تیار ہوگئی۔ ❷ جو سب نے ہنسی خوشی کھائی اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ جو بوجھ سر پر تھا، وہ اتر گیا۔

حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا سے اذن (جسے ایجاب کہتے ہیں) لے کر نکاح تو کر ہی دیا۔ اب انہیں روانہ کرنا تھا۔ گھر تشریف لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں۔ سیدہ عالی مقام رضی اللہ عنہا غمگین سی بیٹھی ہیں اور سادہ سا لباس پہنے، سر جھکائے کچھ پریشان سی نظر آتی ہیں۔ پوچھا کیا بات ہے بیٹی؟ مگر وہ شرم کے مارے خاموش رہیں۔

فرمایا: بیٹی! میں جانتا ہوں کہ علی رضی اللہ عنہ غریب ہیں، کنگال اور تنگ حال ہیں، کرائے کی جھونپڑی میں رہتے ہیں، محنت مزدوری کرتے ہیں، نہ ان کے پاس دولت ہے، نہ انکا اپنا مکان ہے، نہ ان کی جائیداد ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ میں نے اچھے اچھے دولت مندوں

---

❶ تاریخ بغداد: 4/195-196 مختصراً، نیز دیکھیے مدارج النبوۃ: 1/129-130۔ ❷ مدارج النبوۃ اردو 129-130 بحوالہ خطیب بغدادی، واسد الغابہ: 2/520 والمعجم الکبیر للطبرانی: 2/20، حدیث: 1153۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور کھاتے پیتوں کی درخواستیں نامنظور کی ہیں۔ مگر اے فاطمہ! کبیدہ اور رنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ اللہ شاہد ہے میری برادری میں علی رضی اللہ عنہ سے بہتر کوئی نہیں تھا جسے میں تیرے لیے منتخب کرتا۔ بیٹی! اگر علی تنگ دست ہیں تو فکر نہ کر، اللہ مالک ہے، یہ دنیا کی مفلسی وغریبی چند روزہ ہے تو آخرت پر نگاہ رکھ، اس کی کشائشوں کو دیکھ، کیونکہ عقبیٰ کے دولت بھرے خزانے تیرے لیے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ تجھے ان کا مالک بنائے گا۔ [1]

یہ کہہ کر حضور انور ﷺ نے اس سیدۃ نساء العالمین رضی اللہ عنہا کو روانہ فرمایا۔ نہ کوئی ڈولی آئی، نہ پالکی، نہ ٹمٹم، نہ گھوڑا، نہ خچر۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا معمولی سے لباس میں ملبوس، پاپیادہ اپنے سسرال کو جارہی تھیں۔ روانگی کے وقت نہ انہوں نے چیخیں مار کر محلہ اکٹھا کیا۔ نہ چلا کر روئیں۔ نہ گلا پھاڑ کر اپنے میکے کی تعریف کی۔ شاید پردے ہی پردے میں ان کے چار آنسو اس وجہ سے نکل آئے ہوں کہ آستانۂ نبوت میں ان کی پرورش ہوئی تھی۔ اور شاید اس وجہ سے بھی کہ رسول اللہ ﷺ ایسا شفیق باپ انہیں ملا تھا۔ وہ باپ، جس نے ان کی عاقبت سنوار دی اور ان کو خواتین جنت کا سردار بنادیا۔

اب وہ لوگ جو قرض میں دب کر اور اپنی آمدنی وحیثیت سے بڑھ کر محض نام ونمود کے لیے شہرت اور دکھاوے کے لیے، برادری میں واہ واہ کرانے کے لیے بڑے بڑے جہیز دیتے ہیں۔ بلکہ دیتے بھی نہیں صرف جھوٹ موٹ لکھا دیتے ہیں۔ (جو دوہرا جرم ہے)۔ وہ بنظر غور دیکھیں کہ شاہ دو عالم ﷺ نے اپنی سب سے پیاری اور چہیتی بیٹی کو کیا جہیز دیا تھا؟

سنیے! دو معمولی سی چادریں، ایک کھال کا بستر، ایک چمڑے کا تکیہ جس میں روئی یا اون کی بجائے کھجور کی چھال بھری تھی۔ ایک مشکیزہ، ایک چکی، ایک مٹی کا گھڑا، ایک مٹکا، ایک چٹائی،

---

[1] یہاں سے جہاں معلوم ہوا کہ ''کفو'' کا خیال رکھنا چاہیے، وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ برادری کو ترجیح دینی چاہیے۔ رشتہ صحیح ہو تو غربت کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ رب سب کچھ عطا فرما سکتا ہے۔ (فاروقی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک دو مٹی کے پیالے، ایک جائے نماز۔ مسند احمد میں ایک لکیر دار چادر کا بھی ذکر آتا ہے۔ ❶

یہ تھا وہ کل سامان جہیز جو کونین کے تاجدار نے دونوں جہان کی سیدہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمایا۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ اس کی کل قیمت آج کل کے دو سو روپے سے زیادہ نہ تھی۔ (اللہ اکبر کبیرا)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے روز فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ دروازے پر کھڑے ہوکر سلام کیا۔ اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ جب اجازت ملی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں داخل ہوئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر باری باری مبارک ہاتھوں سے ان پر پانی چھڑکا اور یہ دعا فرمائی:

((اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِيْهِمَا وَبَارِكْ عَلَيْهِمَا وَبَارِكْ لَهُمَا فِيْ نَسْلِهِمَا)).

پھر فرمایا:

''الہ العالمین! میں علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اور ان کی اولاد کو تیری پناہ اور حفاظت میں دیتا ہوں۔

الٰہی! ان کو شیطان لعین و رجیم کے شر سے محفوظ رکھ۔ اور ان پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرما۔'' ❷

بعد ازاں آپ واپس تشریف لے آئے۔ اور پھر جب کبھی فرصت ملتی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملنے جایا کرتے اور ان کی تسلی فرمایا کرتے۔

یہ مبارک و مقدس شادی ہم مسلمانوں کو مندرجہ ذیل سبق دیتی ہے:

- رشتہ کے انتخاب میں اس شخص کو ترجیح دینی چاہیے جو تقویٰ اور طہارت میں سب سے بڑھ کر ہو۔ چاہے وہ تنگدست اور غریب ہی کیوں نہ ہو۔
- اپنے قریبی خاندان کو ترجیح دینی چاہیے تاکہ رشتہ داریاں بڑھیں۔ روابط میں اضافہ

❶ طبقات ابن سعد: 23/8، ومسند أحمد: 108,104,93/1. ❷ طبقات ابن سعد: 21/8.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہواور تعلقات مضبوط تر ہوں۔ اگر نیک اور شریف رشتہ اپنے خاندان میں نہ ہو، یا اپنے خاندان میں رشتہ کرنے سے حالات بگڑنے کا خدشہ ہو تو پھر باہر جانے کی اجازت ہے۔ مگر کسی بات میں ضد، مخالفت اور پروپیگنڈا سے کام نہ لیا جائے۔ یہ سخت منع ہے۔

- شادی سے پیشتر کئی کئی سال یا کئی کئی مہینے یا کئی کئی روز منگنی یا سگائی کر رکھنا مناسب نہیں، بلکہ اس میں کئی طرح کے عیب ہیں۔ حاسدین عام ہوتے ہیں وہ حالات خراب بھی کر سکتے ہیں۔ لڑکے/لڑکی کی عدم برداشت سے عزت پر حرف آسکتا ہے۔
- شادی بہت سادہ اور سہل طریقے سے ہونی چاہیے۔ نمائش، تکلفات، شہرت اور برادری سے تحسین وغیرہ لینے کے لیے اسراف وتبذیر یعنی فضول خرچی سے کام لینا گناہ ہے۔
- برے اور بیہودہ رسم ورواج سے جو محض تباہی و بربادی کے لیے جاری کیے گئے ہیں، بچنا اور دور رہنا لازمی ہے۔
- جوان لڑکیوں کو بلاوجہ گھر میں بٹھائے رکھنا سخت معیوب ہے۔ جونہی لڑکی بالغ ہو موزوں کفو دیکھ کر فوراً اس کا نکاح کر دینا چاہیے۔ لڑکوں کی شادی میں بھی خواہ مخواہ دیر نہیں کرنی چاہیے ورنہ ان کا گناہ والدین کے کھاتے میں پڑتا رہے گا۔
- ولیمہ کرنا مسنون (بلکہ سنت مؤکدہ) ہے۔ جو لوگ دوسری رسوم پر تو پانی کی طرح روپیہ بہاتے ہیں مگر دعوت ولیمہ نہیں کرتے وہ سنت رسول اللہ ﷺ کے تارک ہیں۔
- مہر بقدر حیثیت باندھنا چاہیے اور اس کو جلد از جلد ادا کرنا چاہیے۔ عام طور پر حق مہر یا تو بالکل ادا نہیں کیا جاتا یا اس میں غفلت کی جاتی ہے۔ یا بیوی کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر بیوی سے چھڑالیا جاتا ہے۔ یاد رہے یہ بیوی کا حق ہے۔ اور جس قدر جلد ممکن ہو اسے ضرور ادا کر دینا چاہیے۔ اور اس کا ادا نہ کرنا اور ہضم کر جانا سخت گناہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خانہ داری

یوں تو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے میکے بھی گھر کے سب کام اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فاطمہ بنت اسد سے (جن کی اب وہ بہو بن چکی تھیں) اور جناب ام ہانی (ہمشیرہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) سے ان کو تربیت ہی ایسی ملی تھی کہ وہ چھوٹی سی عمر میں گھر کی انچارج بن گئیں اور سارے کام خود سرانجام دینے لگیں۔

لیکن شادی کے بعد تو گھر کا تمام بوجھ انہیں کے سر پڑ گیا اور وہ پہلے سے بھی زیادہ مصروف و منہمک ہوگئیں۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر جاکر محبوب خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اس محبوب بیٹی نے سخت مشقت کی ہے۔ اس طرح محنت، مشقت اور سسرال کی خدمت سے ایک مقام حاصل کر لیا۔ ذرا جھاڑو دے کر اٹھیں تو چکی پیسنے لگ گئی ہیں۔ چکی سے چھٹکارا ملا ہے تو پانی لا رہی ہیں۔ اس سے فراغت پائی ہے تو کھانا پکا رہی ہیں۔ کھانا پکا کر فارغ ہوئی ہیں تو کپڑوں کی مرمت اور سلائی شروع کردی ہے۔ اس سے فرصت ملی ہے تو برتن صاف کر رہی ہیں۔ کپڑے دھونے میں مشغول ہیں۔ بستر جھاڑ اور بچھا رہی ہیں، کبھی مکان لیپنے، اس کی مرمت یا صفائی کرنے کی ضرورت پڑی ہے تو اس میں فاطمہ رضی اللہ عنہا برابر شریک ہیں۔ پھر ساس اور شوہر کی خدمت کا فرض بھی ان کے ذمہ ہے۔ کبھی کسی کے پاؤں داب رہی ہیں اور کبھی کسی کی مٹھی چاپی کر رہی ہیں۔ مگر لطف یہ ہے کہ اس انہماک، اور مصروفیت میں خوش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ ہشاش بشاش ہیں۔ سب کام ہنسی خوشی انجام دیتی ہیں اور اس میں قلبی سکون اور مسرت محسوس کرتی ہیں۔ کیا مجال جو ماتھے پر بل پڑ جائے یا گھبراہٹ اور تھکاوٹ کے آثار نمایاں ہوں۔ نہ لمبی تان کر سوتی ہیں نہ اپنی خدمت کرواتی ہیں۔ نہ سسرال کے گلے شکوے کر کے فضا میں تلخی پیدا کرتی ہیں۔ خود بھی خوش رہتی ہیں اور دوسروں کو بھی خوش رکھتی ہیں۔

خود حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے میرے گھر آ کر اتنی چکی پیسی ہے کہ ان کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں۔ اور اتنا پانی ڈھویا ہے کہ سینے اور گردن کا رنگ نیلا ہو گیا ہے۔[1] اتنی جھاڑو دی ہے کہ بدن اور کپڑوں پر مٹی اٹ گئی ہے۔ لیکن وہ اس مشقت میں بھی راحت محسوس کرتی تھیں اور کبھی کوتاہی یا غفلت یا رنج و غصہ کو قریب نہ لاتی تھیں۔

غور کیا جائے تو فاطمہ رضی اللہ عنہا اسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی تھیں جو محبوب رب العالمین اور شاہ دو عالم ہونے کے باوصف سارے کام اپنے دست مبارک سے سرانجام دیتے تھے۔ اور کام کرنے میں کوئی توہین یا ہتک نہ سمجھتے تھے۔ یہ اسی شوہر کی بیوی تھیں جو محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور پسندیدۂ رب العالمین ہونے کے باوجود دن بھر محنت مشقت کرتے تھے۔ گھاس کھودتے تھے۔ اونٹ اور بھیڑ بکریاں چراتے تھے۔ بازار سے سودا سلف لاتے تھے۔ لکڑیاں کاٹتے تھے۔ اور بسا اوقات پانی بھرتے اور کپڑے دھو لیتے تھے۔ پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا کیوں کسی کام میں ذلت و خست محسوس کرتیں؟ اور کیوں نہ سب کام خود سرانجام دیتیں؟

جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خانہ داری اور محنت و مشقت سے ہماری بہو بیٹیوں کو سبق لینا چاہیے۔ ان بہو بیٹیوں کو جو کام کو ہاتھ نہیں لگاتیں معمولی معمولی دھندوں سے بھی جی چراتی اور کتراتی ہیں اور گھنٹوں بستر پر پڑی رہتی ہیں۔ اور خانگی امور کو انجام دینے میں

[1] طبقات ابن سعد: 21/8.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بے عزتی اور ہتک محسوس کرتی ہیں۔

کام کاج کرنا نہ صرف خانہ آبادی کا موجب ہے، بلکہ اس سے عورت کی لیاقت، قابلیت، سگھڑپن اور سلیقہ شعاری بھی آشکارا ہوتی ہے۔ نہ صرف گھر کے اندر بلکہ دوسروں کی نگاہوں میں معزز و سر بلند ہو جاتی ہے۔ علاوہ بریں کام کاج میں مشغول رہنے سے صحت بھی اچھی رہتی ہے۔ جسم کے مسام کھلتے ہیں۔ دوران خون درست رہتا ہے۔ غذا ہضم ہوتی اور انگ لگتی ہے۔ قبض جو بیماریوں کی جڑ ہے ہونے نہیں پاتی۔ رنگ نکھرتا اور حسن و جمال بڑھتا ہے۔ جوانی قائم رہتی ہے۔ گوشت پوست اور ہڈیوں میں طاقت آتی ہے۔ سستی و کاہلی دور ہوتی اور چستی و چالاکی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے برعکس بیکار عورت پر لوگ انگشت نمائی کرتے ہیں۔ اسے نالائق اور گھٹیا سمجھتے ہیں۔ لیکن اس زمانے میں تو راحت پسندی و آرام طلبی حد سے تجاوز کر گئی ہے۔ کسی جوان و صحت مند عورت کو ذرا سا بھی کام کرنا پڑے، تو بے چاری کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ جاتے اور سانس پھول جاتی ہے۔ اس موقع پر ہمیں ایک واقعہ یاد آ گیا۔ مدت ہوئی لاہور میں مشینی آٹے کی بجائے دیسی چکیوں سے پسا ہوا آٹا بکنے لگا۔ جب یہ آٹا امیر گھروں میں پہنچا۔ تو آرام طلب اور نازک اندام عورتوں نے یہ کہہ کر واپس کرا دیا کہ یہ آٹا تو بہت خراب ہے، گوندھا ہی نہیں جاتا۔ کیونکہ اس میں لوچ بہت زیادہ ہے۔ اس نے تو ہمارے بازو ہی پھلا اور تھکا دیے ہیں۔ حالانکہ آٹے غریب کا قصور نہ تھا ان کا اپنا ہی قصور تھا کہ بیکار رہ رہ کر خود اتنا تن آسان بنا لیا تھا کہ آٹا گوندھنا بھی مشکل ہو گیا۔

ہماری یہ بہو بیٹیاں سوچیں کہ کیا وہ مرتبہ و درجہ میں فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے بڑی ہیں؟ کیا وہ شان اور فضیلت میں ان سے بڑھی ہوئی ہیں؟ اگر نہیں تو جب فاطمہ رضی اللہ عنہا سب کام اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں تو وہ کیوں نہیں کرتیں؟ اس کی بڑی بھاری وجہ یہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ وہ اسلامی تعلیم سے ناواقف ہیں۔ اپنے بزرگوں کے حالات نہیں پڑھتیں، ان کے طریقوں پر نہیں چلتیں۔ وہ تو وہی کچھ سیکھتی اور پڑھتی ہیں جو مغرب کی کوئی میم صاحبہ انہیں سکھاتی پڑھاتی ہے۔ اور اسی لیے نہ وہ دنیا کی رہی ہیں نہ دین کی۔

کاش! وہ اب بھی سمجھیں۔ اب بھی گرامی منزلت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے اسوہ و طریقہ پر چلیں تو اسقام و آلام اور خود ساختہ پریشانیوں سے ان کی جان چھوٹ جائے۔ نہ صرف چھوٹ جائے بلکہ قوم کی ڈگمگاتی ناؤ کنارے پر جا لگے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پردہ

یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میں شرم وحیا کا جوہر بدرجہ کمال موجود تھا۔ اور آپ چھوٹی عمر میں پردہ کرنے لگیں۔ آپ کا یہ حجاب قدرتی شرم وحیا کی وجہ سے تھا۔ کیونکہ نزولِ آیات حجاب بعد میں ہوا۔ [1] اور گھر میں رہنے لگی تھیں۔ بلا ضرورت اور بلا سبب کبھی باہر نہ نکلتی تھیں۔ اگر نکلنا پڑتا تو چادر یا نقاب اوڑھ لیتیں۔ اور سر سے لے کر پاؤں تک جسم مبارک کو ملفوف وملبوس کرلیتی تھیں۔ بخلاف مردوں کے عورتوں کو ٹخنے اور پاؤں ڈھانپنے چاہئیں۔ پاؤں ننگے رکھنا بھی عورت کی بے پردگی میں شامل ہے۔ آپ اسی طرح کا پورا پردہ کرتی تھیں۔ اور جب پردے کے احکام نازل ہوئے اس کے بعد آپ اور زیادہ پردہ کرنے لگیں اور کم باہر نکلنے لگیں۔ بھلا جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اترا ہو اور جس قرآن میں مسلمان مستورات کو پردہ کرنے اور گھر میں بیٹھنے کی واضح ہدایت موجود ہو، اس نبی کی بیٹی اور اس قرآن کی تعلیم پانے والی بیٹی کس طرح بے پردہ رہ سکتی تھی؟ اور کیونکر کھلے منہ باہر نکل سکتی تھی؟ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم دینے اور سکھانے اور پڑھانے ہی کا اعلیٰ نتیجہ تھا کہ بی بی فاطمہ کم سنی ہی میں پردہ دار ہوگئیں۔ اور کسی نامحرم کے سامنے آنا اور ننگے منہ ہونا معیوب سمجھنے لگیں۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا ابھی عمر کی 17 ویں بہار میں تھیں کہ آیت حجاب کا نزول ہوا۔ اور مسلم عورتوں کو حکم مل گیا کہ اب وہ بے پردہ باہر نہ پھریں اور نہ کسی غیر کے

[1] آیت الحجاب 5ھ میں نازل ہوئی اس وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً 17 سترہ سال تھی۔ (فاروقی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سامنے بلاضرورت آئیں یا کلام کریں۔ چنانچہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جب سے اس تعلیم قرآنی سے بہرہ مند ہوئیں پردے کی اور پابند ہوگئیں۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ لڑکیاں میکہ میں پردہ کی پروا نہیں کرتیں۔ اگر کرتی بھی ہیں، تو محض برائے نام اوڑھنی لے لیتی ہیں۔ لیکن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسے میکے میں پردے کی پابند تھیں ویسے ہی سسرال میں حجاب و نقاب کو لازمی سمجھتی تھیں۔ اگر ان سے کبھی غفلت یا کوتاہی ہوجاتی تو رسول اللہ ﷺ خود باز پرس فرماتے۔ چنانچہ ایک بار جناب رسول مقبول ﷺ کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو دفن کر کے آرہے تھے کہ راہ میں سیدہ رضی اللہ عنہا مل گئیں، حضور ﷺ نے پوچھا، بیٹی کہاں گئی تھیں، اور گھر سے کیوں نکلی ہیں؟ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی ہمسایہ کے گھر میں موت ہوگئی تھی۔ وہاں تعزیت کے لیے گئی تھی۔ [1] حضور ﷺ کے پوچھنے کا مطلب یہ تھا کہ کہیں بلاضرورت تو گھر سے نہیں نکل آئیں؟

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نگرانی فرماتے اور تنبیہ کرتے رہتے تھے۔ کیونکہ آپ نے اپنے گھر کے پردے کا نمونہ کائنات کے سامنے پیش کرنا تھا۔

یہ اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے۔ آپ کے پیچھے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ایک نابینا صحابی بھی اندر چلے گئے۔ انہیں دیکھ کر سیدہ فاطمہ دوڑیں اور کوٹھڑی میں چھپ گئیں۔ جب وہ چلے گئے تو آنحضرت ﷺ نے پوچھا۔ بیٹی! تم کیوں چھپ گئی تھی ام مکتوم رضی اللہ عنہ تو نابینا ہیں۔ سیدہ عالم رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: ابا جان! اگر وہ نابینا ہیں تو میں تو نابینا نہیں ہوں کہ خواہ مخواہ غیر محرم کو دیکھا کروں!

اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اسلام نے عورتوں کو محبوس و مقید کر دیا ہے، اور انہیں گھر کی

---

[1] سنن أبي داود، الجنائز، باب التعزية، حديث: 3123، و سنن النسائي، الجنائز، باب النعي، حديث: 1881.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چاردیواری سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی۔ جیسا کہ کئی مستشرق اور ماڈرن لوگ کہتے پھرتے ہیں۔نہیں یہ بات غلط ہے۔اسلام تو یہ کہتا ہے کہ مسلم عورتوں کے بدن کا کوئی حصہ کسی نامحرم کونظر نہ آئے۔ وہ بے شک ضرورت کے وقت باہر نکلیں،مگر اوڑھنی سے سارا جسم لپیٹ لیں۔خوشبو استعمال نہ کریں۔ اور زیب وزینت کر کے نہ نکلیں۔کوئی ایسا زیور جس کی جھنکار لوگوں کو متوجہ کر سکے پہن کر باہر نہ جائیں۔ ورنہ ضرورت پر امہات المومنین رضی اللہ عنہن اور بنات الرسول بھی گھر سے نکلتی تھیں۔کام کاج کرتی تھیں۔ پانی بھرتی تھیں۔جنگوں میں جاتی تھیں۔مجاہدوں اورزخمیوں کی خبر گیری کرتی تھیں۔لیکن پردے کو کسی حالت اور کسی صورت میں نہ چھوڑتی تھیں۔ فی زمانہ جدھر دیکھو، بالغ لڑکیوں سے لے کر بوڑھی سیانیوں تک بے حجاب و بے پردہ نظر آتی ہیں،مگر آج کل پردہ کہاں ہے؟ اس کا تو وجود ہی عنقا (بالکل غائب اور ختم) ہوا جاتا ہے۔ جہاں نہ کسی سے شرم ہے نہ حیا۔نہ اپنوں سے جھجک ہے نہ بیگانوں سے پرہیز! بس ایک بدتمیزی اور بے حیائی کا شیطانی طوفان اٹھ رہا ہے جو اسلامی تہذیب، اسلامی تمدن، اسلامی معاشرت، اسلامی اخلاق، اسلامی تعلیم، اسلامی ثقافت اور اسلامی غیرت وحمیت کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔نہ کسی کنواری کو شرم ہے، نہ بیاہی کو حیا۔سب نے بھیڑ چال اختیار کررکھی ہے۔ کھلے منہ، کھلے سر، کھلے سینہ اور ننگے بازو سڑکوں پر دندنا رہی ہیں۔گلیوں میں بھاگ رہی ہیں۔ بازاروں میں پھر رہی ہیں۔ اسی طرح ہوٹلوں اور باغیچوں میں ان کی نمائشیں اور بھی غضب ڈھاتی ہیں اور یوں اسلامی غیرت وحمیت کو چیلنج کرتی ہیں۔

اگرکوئی لڑکی اورکوئی عورت پردہ بھی کرتی ہےتو یہ پردہ اپنوں سے ہی ہوتا ہے،غیروں سے نہیں ہوتا۔ جومحرم لوگ اس کے سامنے ہو سکتے ہیں اسکا چہرہ دیکھ سکتے ہیں، اس سے بات چیت کر سکتے ہیں ان سے تو منہ چھپایا جاتا ہے۔لیکن جولوگ اوپرے ہیں، ناآشنا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نامحرم ہیں ان سے کوئی پردہ نہیں کوئی شرم نہیں۔ گفتگو اور ہنسی مذاق میں کوئی پرہیز نہیں۔ بلکہ نوکر ملازم، ہمسائے، اہل محلہ اسی طرح دھوبی، ماشکی، حجام سے بھی کوئی حجاب نہیں، خواہ وہ کتنے جوان ہی کیوں نہ ہوں، انہیں تو مرد سمجھا ہی نہیں جاتا۔ اور یہ بے حجاب خواتین بسا اوقات ایک ہی تھڑے، فرش اور ایک ہی چارپائی پر اور ایک ہی کمرے میں بیٹھ کر گھنٹوں گپیں ہانکتی چلی جاتی ہیں۔ انا للہ۔

ایک بار ایک غیور مسلمان نے اپنی عورت کی ناک اور چوٹی کاٹ دی تھی۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ گاڑی میں سوار تھا وہ کئی اسٹیشنوں پر پانی پینے یا کسی اور کام کے لیے اترتا رہا۔ اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی اس کے سامنے تو پردہ کرتی تھی۔ مگر جب وہ سامنے سے ہٹ جاتا ہے تو منہ کھلا چھوڑ کر سب کو دیکھنے لگتی تھی۔ آخر ایک مقام پر اس کا پیمانہ صبر و شکیب لبریز ہوگیا اور اس نے غیرت اور غصے میں آ کر انتہائی قدم اٹھایا۔ اس نے اس کا برقعہ اتار پھینکا اور بازو سے پکڑ کر نیچے گھسیٹ لایا۔ اس کی ناک اور چوٹی کاٹ ڈالی اور کہا: ''اے کمبخت! تو میرے سامنے تو پردہ کرتی ہے اور نامحرموں کے سامنے چہرہ کھول دیتی ہے۔''

کاش! ہماری بہو بیٹیاں ہماری مائیں اور بہنیں پردے کے حکم پر غور کریں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے تن بدن ڈھانکنے کی جو تاکید فرمائی ہے اس کی پابند رہیں۔ اور سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی پیروی کر کے صحیح معنوں میں اسلام زادیاں بنیں۔ اللہ ہماری قوم کی بیٹیوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سنت کی پیروی

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر مسلمان مرد اور عورت کو تاکید فرمائی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت تم پر فرض ہے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری بھی فرض ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُو الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ﴾

''اے نبی! کہہ دیجیے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم اطاعت سے منحرف ہو گئے تو یقیناً اللہ کافروں کو ناپسند جانتا ہے۔''[1]

مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے انحراف و فرار کفر ہے، اس لیے تو

﴿لَا يُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ﴾

فرمایا۔ دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

''اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''[2]

سب سے بڑا رحم یہی ہے کہ اللہ کے عذاب سے بچا کر جنت میں داخلہ نصیب ہو جائے۔

[1] آل عمران 4:32۔ [2] آل عمران 4:132۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سنت کی پیروی

یہ حقیقت ہے کہ جس طرح کتاب اللہ کی پیروی لازم قرار دی گئی ہے اسی طرح سنت رسول پر چلنا بھی نہایت ضروری و لازمی ہے۔ ہمارا دعوی کہ اتباع سنت کے بغیر کسی کا دین و ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ حضور ﷺ نے بھی اپنی حدیثوں میں قرآن و سنت کی اطاعت کا بار بار حکم دیا ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ کی آخری وصیت ہے کہ

((تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهِ))

مسلمانو! خوب یاد رکھو! میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے اور ان پر عمل کرتے رہو گے تو کبھی گمراہ اور ذلیل نہ ہو گے۔ ان میں سے ایک اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید ہے اور دوسری اس کے رسول ﷺ کی سنت یعنی میری حدیث ہے۔[1]

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا یہ کیسے گوارا کر سکتی تھیں کہ جس رسول کی وہ چہیتی بیٹی ہیں وہ اپنی سنت کی اطاعت کا حکم دے اور فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اس سے پہلو تہی کرے؟ اور بتول رضی اللہ عنہا نے تو جتنے مرتبے اور درجے پائے تھے وہ اللہ اور نبی کی فرمانبرداری ہی سے پائے تھے۔ پس ان کا یہ دستور ہو گیا تھا کہ ہر کام میں حضور ﷺ کی پیروی کرتیں۔ ہر عمل اسی طرح سرانجام دیتیں جس طرح جناب رسول مقبول ﷺ سرانجام دیتے تھے۔ جو بات یا مسئلہ سن پاتیں وہ دماغ پر اسی طرح نقش فرما لیتیں جس طرح سنتی تھیں۔ پھر اسے عمر بھر نہ بھولتیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وارفتگیٔ سنت اس درجہ ترقی کر گئی تھی کہ بعض وقت خود حضور ﷺ جب اپنا کوئی سابقہ عمل یا حکم یا ارشاد بدل دیتے تو یہ بنت رسول آپ کو آگاہ فرماتیں۔ کہ حضور! آپ نے یہ کام فلاں وقت میں یوں کیا تھا اور اب یوں کر رہے ہیں،

[1] مؤطا امام مالك، باب النهي عن القول بالقدر: 2/899.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسے کیوں ہے؟ حالانکہ حضور ﷺ ایسا دیدہ دانستہ کرتے تھے۔ کیونکہ جب کسی مصلحت کی بنا پر بحکم الٰہی پہلا حکم منسوخ ہوجاتا تو آپ اللہ ہی کے حکم سے نیا مسئلہ بیان فرماتے تھے۔ کبھی جواز کے لیے کرتے کہ یوں بھی ٹھیک ہے اور یوں بھی ٹھیک ہے۔

بی بی فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا نے جناب رسول اللہ ﷺ سے کہیں یہ سن لیا کہ جب گوشت کھایا جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے اس وقت ''اونٹ کا گوشت'' کے الفاظ ارشاد فرمائے۔ مگر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اونٹ کا لفظ نہ سنا۔ اور مطلق گوشت سمجھ لیا، اس لیے اسی پر عمل شروع کردیا۔ ایک دن جناب فخر کائنات ﷺ اپنی محبوب بیٹی کے ہاں تشریف لے گئے۔ اس روز فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے گوشت پکا رکھا تھا۔ جسے حضور ﷺ نے بھی تناول فرمایا۔ جب کھا پی کر فارغ ہوئے تو نماز کا وقت ہوگیا۔ اور حضور ﷺ پہلے وضو ہی سے نماز کے لیے کھڑے ہو گئے تو فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے عرض کی: حضور ﷺ! وضو کرلیجیے۔ اور پھر جو الفاظ کبھی حضور ﷺ کی زبان اقدس سے سنے تھے وہ دہرا دیے۔ آنحضور ﷺ سن کر مسکرائے۔ فرمایا بیٹی! دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ اونٹ کا گوشت تھوڑا ہی تھا۔ [1]

ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر تشریف لائے، تو کیا دیکھتے ہیں کہ دونوں کم سن بچے (حسن و حسین رضی اللہ عنہما) رو رہے ہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ان کے رونے کی وجہ پوچھی۔ تو انہوں نے کہا: یہ بچے بھوک سے روتے ہیں اور گھر میں کھانے پکانے کی کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ سنتے ہی جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ باہر نکل گئے۔ چند قدم ہی گئے تھے کہ ایک دینار کہیں سے مل گیا۔ آپ وہ لے کر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ اور بتایا کہ فلاں جگہ سے ملا ہے۔ جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: فلاں یہودی کی دکان پر جایئے اور اس کا آٹا خرید لائیے۔

[1] مسند أحمد:6/283.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس دکان پر پہنچے اور آٹا خریدا۔ دوکاندار اگرچہ یہودی تھا مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدت مند تھا۔ پوچھنے لگا" آپ انہیں کے داماد ہیں نا! جنہوں نے نبوت کا دعوی کر رکھا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! سچ کہتے ہو۔ اس نے کہا: پھر یہ دینار بھی لے جایئے اور آٹا بھی لے جایئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دینار دینے پر ہر چند اصرار کیا، مگر وہ نہ مانا۔ جناب علی رضی اللہ عنہ آٹا گھر لے آئے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ اس یہودی نے بلا قیمت آٹا دے دیا ہے۔ سیدہ نے کہا: اب بازار جایئے اور اس سے ایک درہم کا گوشت لے آیئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ گوشت لائے تو سیدہ نے کھانا تیار کیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کھانے پر بلایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے تمام ماجرا کہہ سنایا کہ اس طرح دینار ملا تھا اور اس طرح آٹا اور گوشت آیا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ تھا کہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے جائز قرار دیں تو اسے ہم کھائیں ورنہ نہ کھائیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی اور فرمایا بسم اللہ پڑھ کر کھالو، تو پھر لقمہ منہ میں ڈالا۔ [1]

اللہ اللہ! ان بزرگوں کو اطاعت رسول اور اتباع سنت کا کس قدر شوق تھا۔ وہ جو کام کرتے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے کرتے اور یہ دریافت کر لیتے کہ شریعت میں یہ جائز بھی ہے کہ نہیں۔

غور کیجیے! کہ جو بیٹی شکل وصورت میں، نقش ونگار میں، بول چال میں، رنگ ڈھنگ میں، رفتار وگفتار میں، خو بو میں، عادات وخصائل میں حضرت والد گرامی علیہ الصلاۃ والسلام کے مشابہ تھی، وہ اعمال وکردار میں کیوں نہ ان کے مشابہ ہوتی؟ اور کیوں نہ ذوق وشوق سے والد گرامی کی سنت مطہرہ پر چلتی؟ حسن اتفاق یہ کہ شوہر بھی حد درجہ کا سنت کا پروانہ ملا۔ اور یہ دونوں (علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا) عشق رسول اور اطاعت سنت میں اس قدر بڑھے ہوئے تھے

[1] سنن أبي داود، كتاب اللقطة، باب التعريف باللقطة، حديث:1716.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ علی رضی اللہ عنہ کوئی بات کوئی کام کوئی مسئلہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کرتے دیکھتے تو فوراً بھاگے بھاگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور پوچھتے۔ حضور! فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ کام اس طرح کیا ہے یہ مسئلہ اس طرح بتایا ہے، یہ بات یوں بیان کی ہے، فرمایئے! کیا وہ جائز ہے؟ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ''ہاں'' میں جواب ارشاد فرماتے تو وہ بھی اس پر عمل کرنے لگتے۔ اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہتے تو فوراً جا کر سیدہ کو مطلع کرتے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اس سے منع فرماتے ہیں۔ اس طرح اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل دیکھتیں اور انہیں شک گزرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی ہے یا نہیں۔ تو معاً آنحضرت سے دریافت کرتیں۔ اور جب اطمینان ہو جاتا تو پھر خود بھی اس پر عامل ہو جاتیں۔

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع شروع میں قربانی دینے والوں کو قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا تھا۔ لیکن بعد میں کھانے کی اجازت دے دی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اجازت ملنے کا علم نہ تھا۔ ایک بار وہ سفر سے واپس آئے تو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے ان کے آنے سے پیشتر قربانی کی ہوئی تھی۔ وہی گوشت ان کے سامنے رکھ دیا۔

جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کھانے سے منع کیا ہے'' سیدہ رضی اللہ عنہا بولیں: اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کھانے کی اجازت دے دی ہے۔'' مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تسلی نہ ہوئی۔ فوراً دربار رسالت میں حاضر ہوئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اب تم یہ گوشت کھا سکتے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اطمینان پا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ گوشت تناول کیا۔ [1]

اسی طرح ایک مرتبہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نماز کے بعد دیر تک کوئی دعا پڑھتے رہے۔ جب وہ فارغ ہوئے تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا آپ نماز کے بعد کیا پڑھتے رہے ہیں؟

[1] مسند أحمد: 6/282.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: فلاں وظیفہ کرتا رہا ہوں۔ پوچھا یہ آپ نے کہاں سے سیکھا ہے؟ فرمایا: پرسوں جناب نبی کریم ﷺ نے بتایا تھا۔ یہ سنتے ہی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اجازت لی اور آستانہ نبوت پر گئیں۔ حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا فلاں دعا اور فلاں وظیفہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بتایا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ہاں! میں نے انہیں بتایا ہے۔ جب جا کر فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی تسلی ہوئی۔ اور پھر نماز کے بعد وہ بھی اس کا ورد کرنے لگیں۔

ایک دفعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ذرا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور پوچھ آؤ کہ اگر نماز میں جی متلانے لگے۔ اور تھوکنے کی ضرورت پڑے تو کیا کرنا چاہیے؟ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے وہیں کھڑے کھڑے جواب دیا۔ میرے خیال میں یوں کرنا چاہیے۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے سن کر کہا: یہ تو پھر آپ کی رائے ہوئی! نبی کریم ﷺ کا ارشاد تو نہ ہوا۔ علی رضی اللہ عنہ نے ہر چند کہا کہ جو کچھ میں نے بتایا ہے وہ میں نے حضور ﷺ ہی سے سنا ہے۔ مگر فاطمہ رضی اللہ عنہا نہ مانیں، کہنے لگیں: یہ جو آپ نے ''میرے خیال میں'' کے الفاظ استعمال کیے ہیں ان سے مجھے شک پڑ گیا ہے۔ آپ ضرور جائیے اور دریافت کر کے آئیے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گئے۔ جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کر کے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آگاہ کیا، پھر آپ کی تسلی ہوئی۔

الغرض، ان حضرات کا اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، کھانا پینا، تمام نظام عمل، سنت کے مطابق تھا۔ وہ حضور ﷺ کی پوری پوری اتباع اور اطاعت کرتے تھے۔ کیا مجال! جو آپ ﷺ کے نقش پا کے خلاف ذرا ادھر ادھر قدم رکھیں۔ وہ جو کرتے تھے اور جو کچھ کہتے ٹھیک وہ رضائے الٰہی سنت رسول کے لیے کرتے اور کہتے تھے۔ ٹھیک لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ وہ زندہ ہی قرآن وسنت کی پیروی کے لیے تھے۔ اور یہی دونوں چیزیں ان کے دین وایمان کی جان تھیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن حیف اور صد حیف! کہ آج ہماری بہنوں کو یہ خبر ہی نہیں کہ قرآن کیا ہے؟ اور سنت یا حدیث کسے کہتے ہیں؟ اگر کسی نے قرآن اور سنت کا نام سن رکھا ہے تو اسے یہ معلوم نہیں کہ قرآن و سنت میں لکھا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے کیا احکام ہیں؟ اور رسول اللہ ﷺ کے کیا فرامین ہیں؟ جیسے قرآن و سنت سے کوئی غرض ہی نہیں وہ تو سنی سنائی باتوں، قیاسوں اور وہموں سے کام لیتی ہیں۔ جو کچھ کسی نے بتا دیا وہی پلے باندھ لیا۔ اسی کو حق قرار دے دیا۔ اسی لیے تو وہ رسموں اور رواجوں کے پیچھے مرتی ہیں۔ دین جاتا ہے تو جائے مگر فضول رسموں کو ضرور ادا کرنا ہے۔ ایمان میں خلل آتا ہے تو آئے لیکن بیہودہ رواجوں کو ضرور اپنانا ہے۔ ہماری خواتین اگر آج بھی وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرح پابند قرآن و سنت بن جائیں۔ اور وہ ہر بات، ہر کام میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں تو اپنا گھر جنت میں بنوا سکتی ہیں اور:

((سَیِّدَۃُ نِسَآءِ الْعَالَمِیْنَ)).

کی ہمسائی بننے کا شرف حاصل کر سکتی ہیں۔ محترمہ سیدہ بتول رضی اللہ عنہا کو بھی جو عزت اور شان ملی اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب پیغمبر ﷺ کی فرمانبرداری اور پیروی ہی سے ملی۔ آپ بھی اگر اپنے رب اور رسول کی فرمانبرداری اور متبع بن جائیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو بھی کونین کی عزت و عظمت عطا کر سکتا ہے۔ زہے قسمت!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوتیلی ماؤں کی اطاعت

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ سوتیلی ماں کو ماں ہی نہیں سمجھا جاتا۔ اگر بہ مجبوری اسے ماں سمجھ بھی لیا گیا ہو، تو اس کا ادب و احترام نہیں کیا جاتا، اس کا کہنا نہیں مانا جاتا، ہر بات میں اس کی نافرمانی کی جاتی ہے۔ دوسروں سے اس کے گلے شکوے کیے جاتے ہیں۔ اس پر سچے جھوٹے الزام لگائے جاتے ہیں۔ اس کی بے عزتی روا رکھی جاتی ہے اور اس کے خلاف باپ کے کان خوب بھرے جاتے ہیں۔ ادھر سوتیلی مائیں بھی خاوند کی پہلی اولاد کو اچھا نہیں سمجھتیں۔ اور وہ بھی اس تاک میں رہتی ہیں کہ جیسے بھی ہو سکے اسے ذلیل و رسوا کیا جائے اور اگر بن پڑے تو گھر سے نکال دیا جائے تاکہ وہ تمام حقوق سے محروم ہو جائے۔

لیکن فاطمہ رضی اللہ عنہا وہ نیک بخت اور نیک طینت خاتون تھیں جنھوں نے سوتیلی ماں کو سگی ماں سمجھ کر ان کی اتنی خدمت اور فرمانبرداری کی کہ دنیائے نسواں میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ بتول محترمہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی والدہ تو شیر خوارگی ہی میں جنت کو سدھار گئی تھیں، اس کے بعد انہیں سوتیلی ماؤں سے سابقہ پڑا۔ عام طور پر کسی ایک ہی سوتیلی ماں سے بن نہیں آتی مگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دو نہ چار، اکٹھی دس سوتیلی مائیں تھیں جن کی وہ برابر عزت کرتیں۔ حقیقی ماؤں کی طرح ان کے ادب آداب بجا لاتیں اور جس کام کا حکم دیتیں بخندہ پیشانی اس کی تعمیل کرتیں۔ اور وہ جو کام کہتیں اسے ہنسی خوشی سرانجام دیتیں۔

ام المؤمنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا حکم دیتی ہیں کہ فاطمہ! آج سارے گھر میں جھاڑو تم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے دینا ہوگی۔ بتول رضی اللہ عنہا کہتی ہیں حاضر ہوں، مادر مہربان! آج کیا؟ روزانہ گھر کی صفائی کر دیا کروں گی۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: فاطمہ رضی اللہ عنہا! ذرا گھر کی دیواریں تو لیپ دو۔ سیدہ رضی اللہ عنہا اٹھتی ہیں اور سب کام چھوڑ کر دیواروں کی لپائی شروع کر دیتی ہیں۔

ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں اے فاطمہ! تو میرا کام تو کرتی ہی نہیں۔ آ ذرا میرے برتن تو مانجھ دھو کر صاف کر دے۔ دختر رسول جواب دیتی ہیں۔ ام محترم! کب میں نے آپ کی نافرمانی کی تھی؟ آپ تو مجھے کوئی کام بتاتی ہی نہیں۔ چلیے، میں ابھی حاضر ہوئی۔ اور برتن صاف کیے دیتی ہوں۔ چنانچہ برتنوں کی صفائی میں ان کا ہاتھ بٹاتیں۔

ام المؤمنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں: فاطمہ! میں چند روز کی مہمان ہوں۔ کبھی کبھی میرا کام کر جایا کرو۔ بنت نبی عرض کرتی ہیں:

اماں جان! میں آپ ہی کی تابع فرماں ہوں، ان شاء اللہ روزانہ آپ کی خدمت کیا کروں گی۔ آپ سب کام میرے ذمے چھوڑ دیجیے۔

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: فاطمہ! آج میری طبیعت خراب ہے۔ ذرا گھر آنا۔ جناب زہرا رضی اللہ عنہا جاتی ہیں اور رات گئے تک انہیں مٹھی چاپی کرتی ہیں۔

ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اٹھتی ہیں اور اپنے گھر کی چھت مرمت کرنے لگتی ہیں۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ کہہ کر ان کا ہاتھ پکڑ لیتی ہیں:

کہ پیاری اماں! جس وقت میں آپ کے پاس موجود ہوں، اس وقت آپ اس قسم کے کام نہ کیا کریں اور مجھے حکم دیا کریں۔

ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ذرا تیز مزاج اور غصیل تھیں اور اس میں اچنبھے کی کوئی بات نہیں یہ اپنی اپنی عادت ہے۔ ایک دفعہ انہوں نے کسی بات پر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جھڑکا۔ کسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے سیّدہ سے کہا۔ اب آپ ان کے پاس نہ جایا کریں۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا بولیں کیوں نہ جاؤں؟ وہ تو میری ماں ہیں۔ مجھے لاکھ برا بھلا کہیں، وہ پھر بھی میری ماں اور میرے لیے قابل تکریم ہیں۔ اور میں ان کی ہر خدمت کرنے کو تیار ہوں۔

ام المؤمنین جویریہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ آزمائش کے طور پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کوئی سخت کام بتایا۔ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا فوراً تعمیل حکم کے لیے اٹھیں۔ تو انہوں نے ان کا منہ سر چوم لیا۔ اور یہ کہہ کر بٹھا دیا کہ میں تو تمہارا امتحان لینا چاہتی تھی۔ واقعی تم ایک فرمانبردار بیٹی ہو۔

ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب بھی موقعہ ملتا فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے ہاتھ اور پاؤں دبایا کرتیں اور میرا کام کرنے میں خوشی محسوس کرتیں۔

ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: بیٹی! جس قدر تم ہماری خدمت کرتی ہو۔ اس سے زیادہ اپنے ابا جان صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرو۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: محترم امی! حضرت والد گرامی کی خدمت میں اگر تھوڑی بہت کوتاہی بھی ہو جائے تو مجھ سے باز پرس نہ کریں گے لیکن آپ کی خدمت کرنے کو بھی میں اپنے لیے اہم فرض سمجھتی ہوں۔ اور ابا حضور ہی کا ارشاد ہے کہ ماؤں کا خاص خیال رکھا کرو "ماؤں کے قدموں تلے جنت ہے۔"[1]

---

[1] حدیث مبارکہ کے الفاظ یہ ہیں: اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ أَقْدَامِ الْأُمَّھَاتِ یہ روایت امام دیلمی نے مسند الفردوس اور ابن عدی نے الکامل فی الضعفاء میں ذکر کی ہے جبکہ علامہ البانی نے سلسلہ ضعیفہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ اور وضاحت کی ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ دیکھیے: مسند الفردوس: 1/ 182، والکامل في الضعفاء: 7/353، والسلسلۃ الضعیفۃ: 2/59، حدیث: 593. لیکن اس مفہوم کی دوسری روایت حسن درجہ کی ملتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے جہاد کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ھَلْ لَکَ مِنْ أُمٍّ) کیا تیری ماں ہے؟ اس نے کہا: نَعَمْ جی ہاں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (فَالْزَمْھَا فَإِنَّ الْجَنَّۃَ تَحْتَ رِجْلَیْھَا) "ماں کی (خدمت) پر معمور ہو جا۔ یقیناً جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔" سنن النسائي، الجھاد، باب الرخصۃ في التخلف لمن لہ والدۃ، حدیث: 3106، و مسند أحمد: 3/429.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہی وجہ تھی کہ امہات المومنین رضی اللہ عنہا بھی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو حقیقی بیٹی کی طرح سمجھتیں اور ان سے اپنی اولاد کی طرح محبت کرتیں بلکہ دوسروں کے سامنے ان کے فضائل و خصائل بیان کرتیں اوران سے شفقت بھی کرتیں اوران کا احترام بھی بجا لاتیں۔ غور کا مقام ہے جب جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے مساویانہ برتاؤ کرتے تھے۔ اوران کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے تھے تو ان کی محبوب دختر جو سیدۃ نساء العالمین تھیں اپنی سوتیلی ماؤں سے کیونکر بدسلوکی کرسکتی تھیں؟ اس کو تعلیم ہی ایسی ملی تھی کہ دین و دنیا کا کوئی فرض چھوٹنے نہ پائے۔ اورایسا کوئی عمل سرزد نہ ہو جائے جس سے اللہ و رسول ناراض ہوں۔

ہماری بنات قوم کو بھی اس معاملہ میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی پیروی کرنا چاہیے۔ اگرانہیں کسی سوتیلی ماں سے واسطہ پڑ جائے تو چاہیے کہ وہ سیدہ محترمہ کی طرح اس سے نیک سلوک کریں۔ اس کی اطاعت کریں۔اسے خوش رکھیں۔ اگر وہ اس کی فرمانبرداری کریں گی تو یہ ہو نہیں سکتا کہ سوتیلی ماں بھی ان کی قدر نہ کرے۔ یہ دنیا تو معاوضہ چاہتی ہے۔جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے اخلاق سے دشمن کو دوست بنا لیا تھا۔اورتم سوتیلی ماں کے دل میں گھر نہیں کرسکتیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شوہر کی فرمانبرداری

اسلام نے عورت کو لباس سے تشبیہ دی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾

''وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔''[1]

اس کی چند وجوہات ہیں کہ:

- جس طرح لباس آدمی کی زینت ہے۔ اسی طرح عورت مرد کی زینت ہے۔
- جس طرح لباس آدمی کا پردہ اور عزت ہے۔ اسی طرح عورت بھی اس کا پردہ اور عزت ہے۔
- جس طرح آدمی کو وہی پوشاک آتی ہے جو اس کے بدن کے مناسب حال ہو۔ اسی طرح وہی عورت پسند کی جاتی ہے جو مرد کی طبیعت کے مطابق اور اس کی مزاج شناس ہو۔
- جس طرح لباس میلا ہو جائے تو اسے دھونے اور صاف کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر عورت کے عادات و خصائل میں فرق پڑ جائے تو اس کی اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے۔ البتہ اس میں شفقت و حکمت سے کام لینا چاہیے۔
- جس طرح لباس پھٹ جائے تو اسے اتار پھینکا جاتا ہے۔ اسی طرح عورت کی عصمت پر حرف آجائے یا وہ مرد کی عزت قائم نہ رکھے یا اس کی نافرمانی حد سے بڑھ جائے تو اسے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح عورت کو بھی موقع اور اختیار دیا گیا ہے کہ اگر

[1] البقرة 2:187.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حالات ناگفتہ بہ ہوجائیں اور مرد کے ساتھ اس کی گزر بسر ممکن نہ ہوتو وہ بھی مرد سے پیچھا چھڑا سکتی ہے۔ (عورت کے اس حق کا نام خلع رکھا گیا ہے۔)

لیکن عام حالات میں مرد ہی کو فضیلت و برتری عطا کی گئی ہے کیونکہ دونوں میں سے ایک کو فضیلت دیے بغیر نظام نہیں چل سکتا۔ چنانچہ بعض وجوہات کی بنا پر وہ فضیلت مردوں کو دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾

''مردوں کو عورتوں پر فوقیت و برتری حاصل ہے۔''[1]

اس برتری کے دو بنیادی اسباب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے خود ہی بیان فرمائے ہیں: ایک سبب یہ ہے کہ مرد کو مردانگی، قائدانہ صلاحیت اور امور مہمہ کو نمٹانے کی استعداد بخشی۔ یہ ایک فطری اور پیدائشی برتری ہے جو اسے ودیعت کی گئی ہے۔

اور دوسرا سبب یہ ہے کہ مرد اہل وعیال کے نان ونفقہ اور اخراجات کا ذمہ دار ہے جس کی فکر اس کے سر پر سوار رہتی ہے اور جس کے لیے وہ خون پسینہ ایک کر دیتا ہے چنانچہ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے دو جملوں میں مذکورہ جملے کے ساتھ ہی بیان فرما دیا ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾[2]

یعنی مرد کی ایک فضیلت تو ظاہر ہے مرد ہونے کی وجہ سے ہے، اور دوسری وجہ فضیلت روپیہ پیسہ خرچ کرنے کی وجہ سے ہے۔

اسلام نے مرد/عورت دونوں کے حقوق بیان کیے ہیں۔ مرد سے کہا کہ وہ عورت کے حقوق ادا کرے۔ اور عورت کو حکم ملا کہ وہ خاوند کی فرمانبرداری کرے۔ جناب رسول مقبول ﷺ نے مردوں کی فضیلت اور مستورات کی اطاعت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

[1] النساء4:34. [2] النساء4:34.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر انسان کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں سب سے پہلے عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔[1] حضور ﷺ نے اس ارشاد مبارک میں بھی عورتوں کو اپنے خاوندوں کی اطاعت اور عزت کرنے کی تعلیم دی ہے۔ اور نافرمان عورتوں کو دوزخی قرار دیا ہے۔ جب اسلام کی یہ تعلیم ہو اور جب سیدہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا نے یہ تعلیم حاصل کی ہو تو پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اپنے عالی مقام شوہر کی اطاعت نہ کرتیں ان کا حکم بجا نہ لاتیں اور ان کے لیے جان ودل فرش راہ نہ کرتیں؟

سیدہ دو عالم رضی اللہ عنہا کا دستور تھا کہ جب علی رضی اللہ عنہ گھر تشریف لاتے تو سلام اور مرحبا کہہ کر ان کا استقبال کرتیں۔ بیٹھی یا لیٹی ہوتیں تو احتراماً اٹھ کھڑی ہوتیں۔ یہ نہیں کہ لیٹی رہتیں۔ یا ان سے غافل رہتیں۔ اور انہیں مسکراتے ہوئے خوش آمدید کہتیں۔ انہیں بستر پر بٹھاتیں۔ ان کے پاؤں دباتیں۔ مٹھی چاپی کرتیں۔ پانی پلاتیں۔ کھانے کا وقت ہوتا تو کھانا پیش کرتیں۔ غرض ان کی طرف پوری توجہ دیتیں۔ ان کا بے حد احترام کرتیں۔ وہ جو بھی حکم دیتے اس کی تعمیل کرتیں اور حتیٰ الامکان انہیں ناراض نہ ہونے دیتیں۔ باوجود یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت نادار اور مفلس تھے۔ اور محنت و مشقت سے تھوڑی اجرت لے آتے تھے۔ زندگی عام طور پر فاقہ ہی میں گزرتی تھی۔ مگر حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا بھوکی اور پیاسی رہ کر بھی ان کی خدمت میں لگی رہتیں۔ اور اس میں کسی قسم کی غفلت و کوتاہی برتنا گناہ خیال کرتیں۔

ایک دفعہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کسی کام میں مصروف تھیں۔ جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں بلایا۔ مگر مصروفیت کی وجہ سے جانے میں ذرا دیر ہوگئی۔ جب وہ گئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا تم اس لیے دیر کر کے آئی ہو کہ میں نادار اور فاقہ کش ہوں؟ سیدہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: نہیں، واللہ! یہ بات نہیں ہے در اصل میں فلاں کام میں مصروف تھی اس

[1] سنن ابن ماجه، النكاح، باب حق الزوج على المرأة، حديث:1853 وسنن أبي داود، النكاح، باب في حق الزوج على المرأة، حديث:2140.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے تاخیر ہوئی۔ ورنہ میں تو ہر وقت آپ کی خدمت گزار ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سیدہ محترمہ کے ان الفاظ سے بہت خوش ہوئے اور ان کے لیے دعا فرمائی۔

ایک مرتبہ شیر خدا رضی اللہ عنہ سر پر گھاس کی گٹھڑی اٹھائے گھر تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: ذرا گٹھڑی اتارنے میں مجھے سہارا دو۔ اتفاق کی بات کہ اس وقت بھی سیدہ عالم رضی اللہ عنہا بہت مصروف تھیں۔ اور تعمیل ارشاد میں قدرے دیر ہوگئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گٹھڑی زمین پر دے ماری اور کہا: معلوم ہوتا ہے، تم گھاس کی گٹھڑی کو ہاتھ لگانے میں ہتک محسوس کرتی ہو؟'' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ''نہیں جناب! میں ایسے کاموں کو کیسے ہتک سمجھ سکتی ہوں، جب کہ میرے والد بزرگوار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے کام خود اپنے دست مبارک سے کرتے ہیں۔ میں تو مصروفیت کی وجہ سے نہ آسکی۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا غصہ دور ہوگیا۔ اور وہ مسکراتے ہوئے اندر چلے گئے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے زندگی بھر کبھی یہ خیال نہیں کیا کہ میں اس باپ کی بیٹی ہوں، جو سرور کائنات، شاہ کونین، خاتم النبیین اور حبیب الٰہ ہے، نہ کبھی انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جتلایا کہ میرا باپ رتبے میں آپ سے بہت بڑا ہے اور آپ ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہیں۔ اگر وہ ایسا کرتیں تو شاید وہ اپنے خاوند کی فرمانبرداری اور خدمت گزاری بھی نہ کرسکتیں۔ انھوں نے تو اپنے ابا جان محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا تھا کہ جب تک بیٹی کنواری ہو، اس کی جنت اور جہنم ماں باپ کی اطاعت و خدمت میں ہے۔ [1] اور جب اس کی شادی

---

[1] حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں۔ جناب ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: والدین کے ان کی اولاد پر کیا حقوق ہیں؟ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ)) وہ دونوں تیری جنت بھی ہیں اور جہنم بھی ہیں۔ یعنی ان کی اطاعت کرو۔ ان کی اطاعت میں تیرے لیے جنت ہے اور ان کی نافرمانی سے بچو۔ ان کی نافرمانی کی وجہ سے تم جہنم میں پھینکے جاؤ گے۔ دیکھیے: سنن ابن ماجه، الأدب، باب بر الوالدین: 3662 (ضعیف)۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے تو اس کی جنت خاوند کے قدموں میں ہے۔[1] اگر خاوند اس کی خدمت سے خوش رہا تو جنت میں جائے گی۔ اگر ناراض رہا تو جہنم میں جھونکی جائے گی۔

سیدہ محترمہ رضی اللہ عنہا کے حالات ان مستورات کے لیے مرقع نصیحت و موعظت ہیں، جو بات بات میں شوہروں کی نافرمانی کرتی ہیں، وہ جو کہتے ہیں، وہ ان کے خلاف کرتی ہیں، خاوند کی اطاعت و فرمانبرداری اور خدمت و تواضع فرض نہیں سمجھتیں اور اس طرح وہ دو قسم کے عذاب مول لیتی ہیں، ایک تو وہ دنیا کی نظروں سے گر جاتی ہیں، اعزاء اقرباء انہیں ذلیل جانتے ہیں اور ان کی عزت نہیں کرتے۔ وہ شوہروں سے گالیاں لیتی ہیں۔ مار کھاتی ہیں۔ گھر سے بے عزت کر کے نکالی جاتی ہیں اور اکثر ایسی نافرمان عورتوں کو طلاقیں بھی مل جاتی ہیں۔ دوسرے وہ اللہ تعالیٰ کی گنہگار بنتی ہیں۔ اس کے حکم کی خلاف ورزی کر کے اپنی جگہ دوزخ میں بناتی ہیں، اور آخرت میں سزا پانے کی تیاری کرتی ہیں۔

ایک مسلمان شادی شدہ عورت کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کی اطاعت کرے۔ اس کی خدمت بجا لائے اور اسے خوش رکھے۔ مگر آج کل عام مستورات اس کی پرواہ نہیں کرتیں۔ اور میکہ والوں (ماں باپ چچا تایا ماموں وغیرہ) کی بڑائی جتا کر خاوند کو ذلیل سمجھتی اور خانہ خرابی کی دعوت دیتی ہیں۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا مبارک اسوہ انہیں کامیاب اور معزز بیوی بنا سکتا ہے۔

---

[1] حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں کہ حصین بن محصن رضی اللہ عنہ کی پھوپھی اپنے کسی کام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور جب کام سے فارغ ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا آپ کا خاوند ہے تو انھوں نے کہا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تیرا اس کے ساتھ کیسا سلوک ہے تو انھوں نے کہا: میں اپنے خاوند کی ہر لحاظ سے خدمت کرتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اُنظُرِي أَيْنَ أَنْتِ مِنْهُ فَإِنَّهُ جَنَّتُكِ وَنَارُكِ) ''دیکھ لینا تم اس سے کیسا سلوک کرتی ہو، وہی تیری جنت ہے اور وہی تیری جہنم ہے۔'' مسند أحمد: 4/341، حدیث: 19025.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شکر رنجی

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جہاں دو چار متنفس رہتے ہوں، وہاں اگر عام طور پر محبت والفت جلوہ گر ہوتی ہے تو کبھی کبھی ان میں ناراضگی اور چپقلش بھی کارفرما ہوجاتی ہے اور یہ بھی دستور ہے کہ جب دو نفوس میں محبت حد سے بڑھ جاتی ہے تو گاہے وہ شکر رنجی کا لطف بھی اٹھاتے ہیں۔ اور پھر جب ان میں صفائی ہوتی ہے تو وہ محبت پہلے سے بھی زیادہ صاف شفاف اور مستحکم ہوتی ہے۔ اس کلیہ سے انبیاء علیہم السلام بھی مستثنیٰ نہیں رہے۔ چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے کسی وقت خفا ہوجاتے اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روٹھ بیٹھتی تھیں۔ اگرچہ ان کی یہ ناراضگی اور خفگی ایسی نہ ہوتی جو مدت مدید تک قائم رہے۔ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو منا لیتے اور کبھی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کر لیتیں۔ اور اس طرح نہ صرف رنجیدگی ہی رفع ہوجاتی، بلکہ باہمی تعلقات میں اور بھی خوش گواری واستواری پیدا ہوجاتی، جو دوسروں کے لیے بہت سبق آموز ہوتی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی تو آخر اسی رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد و تربیت یافتہ تھے، ان دونوں میں باہم ناراضگی ہوجاتی تھی۔ کبھی فاطمہ رضی اللہ عنہا روٹھ جاتیں اور کبھی علی رضی اللہ عنہ خفا ہوجاتے، لیکن بہت جلد ان میں صلح صفائی ہوجاتی، جو زن و شوئی یعنی مرد اور عورت کے باہمی تعلقات پر اچھا اثر ڈالتی اور دیکھنے سننے والے اس سے عمدہ اثر لیتے۔ چنانچہ اس مقدس جوڑے میں کبھی رنج و ملال کے آثار نمایاں ہوتے تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کی ناراضگی کو رفع کرنے کی کوشش فرماتے۔ اور دونوں کو الگ الگ سمجھاتے کہ یوں کرنا چاہیے، یوں رہنا چاہیے، یوں تعلقات قائم رکھنے چاہئیں۔ میاں بیوی کے یہ حقوق ہیں، یہ فرائض ہیں اوران کی ادائیگی اس طرح پر ہونی چاہیے۔

ایک بار حضور انور ﷺ کو پتہ چلا کہ علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا آپس میں ناراض ہیں۔ آپ فوراً ان کے گھر تشریف لے گئے اور دونوں میں صفائی کرادی۔ جب باہر نکلے تو لوگوں نے پوچھا: حضور! کیا بات ہے؟ آپ ﷺ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے تھے تو چہرہ مبارک ملول ومحزون تھا۔ اور اب جو واپس تشریف لائے ہیں تو مسرت کے آثار نمایاں ہیں۔" آنحضور ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے ان دو ہستیوں میں صلح کرادی ہے، جو مجھے سب سے بڑھ کر محبوب ہیں۔ ❶

ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہوکر گھر سے چلے گئے مسجد نبوی کی ایک دیوار کے ساتھ لیٹ گئے۔ جناب سرور کائنات ﷺ کو خبر ہوئی تو انہیں تلاش کرنے لگے اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے مسجد میں تشریف لے گئے۔ وہاں دیکھا تو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خاک پر لیٹے ہوئے تھے۔ رسول مقبول ﷺ نے ان کو بلایا اور پیٹ سے مٹی جھاڑتے ہوئے فرمایا:

((قُمْ يَا أَبَا تُرَابٍ))

"ابوتراب! اب اٹھو۔" ❷

بس اتنی سی بات سے ان کا غصہ جاتا رہا اور وہ گھر چلے گئے۔

اسی طرح ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کچھ ایسا برتاؤ کیا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اسے

---

❶ طبقات ابن سعد: 26/8. ❷ صحیح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب علي بن أبي طالب، حديث: 3703، و صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل علي، حديث: 2409.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برداشت نہ کرسکیں اور روٹھ کر آنحضرت ﷺ کے گھر چلی گئیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا:

''بیٹی کیسے آئیں؟''

جناب بتول رضی اللہ عنہا نے سب واقعہ سنا دیا کہ علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یہ کہا ہے اور یوں کہا ہے:

''اب میں ناراض ہوکر چلی آئی ہوں۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

بیٹی تم اسی وقت علی رضی اللہ عنہ کے گھر چلی جاؤ اور ان سے معافی مانگو۔ ❶ (ورنہ یاد رکھو، اگر تم آج اس حال میں مرجاؤ کہ علی رضی اللہ عنہ تم پر ناراض ہوں تو محمد ﷺ تیرے جنازے میں شریک نہ ہوگا)۔ اس کے بعد آپ نے سمجھایا: بیٹی! عورت کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کا کہا مانے۔ اس کی فرمانبردار ہوکر رہے۔ تمہیں ہر حالت میں علی رضی اللہ عنہ کا حکم ماننا اور سختیوں کو جھیلنا چاہیے۔ دنیا میں کوئی جوڑا ایسا نہیں ہے جس کے درمیان کبھی خفگی پیدا نہ ہو، اور نہ یہ ممکن ہے کہ مرد ہر بات میں عورت کی مرضی پر ہی چلے۔'' سیدہ رضی اللہ عنہا یہ نصیحت سن کر اپنے گھر لوٹ گئیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی کہیں یہ بات سن رہے تھے۔ انہوں نے بھی قسم کھالی کہ اب کبھی ایسا طرز عمل اختیار نہ کروں گا جس سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دل آزاری ہو اور انہیں تکلیف پہنچے۔

جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی باہمی شکر رنجیاں بھی ہمیں کئی قسم کے سبق دیتی ہیں۔ مثلاً:

یہ کہ داماد سے حلیمی اور نرمی سے پیش آنا چاہیے۔ جو لوگ بیٹی کی سائیڈ لے کر داماد سے سختی کے ساتھ پیش آتے ہیں وہ بالآخر نقصان اٹھاتے ہیں۔ بیٹی کو خوش رکھنا ہو تو داماد کو خوش رکھیں۔ اور بیٹی کے سسرال سے حسن سلوک رکھیں۔

❶ طبقات ابن سعد: 26/8.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور یہ کہ اگر عورت خاوند میں ناراضگی پیدا ہو جائے۔تو دونوں کو فوراً مصالحت کی کوشش کرنی چاہیے۔ دونوں ہی کو جھکنا چاہیے۔خصوصاً عورت کو تو ہر حالت میں مرد سے معافی مانگنی چاہیے۔ کیونکہ مرتبہ آخر مرد ہی کا بڑا ہے۔

لڑکی کے والدین کا فرض ہے کہ اگر بیٹی اور داماد میں رنجش ہو جائے۔ اور بیٹی خفا ہو کر میکے آ جائے تو جلد از جلد اسے اپنے گھر لوٹا دیں اور اسے نصیحت کریں کہ اب تم پر سب سے فائق حق تمہارے شوہر کا ہے تم سب سے بڑھ کر اس کی خوشنودی کا خیال رکھو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی مکرم ﷺ کے احکام وارشادات یاد دلائیں۔ داماد کو سمجھانا ہو تو بہت نرمی سے سمجھائیں۔بعض لوگ داماد پر برس پڑتے ہیں، قصور چاہے بیٹی کا ہو۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ ایسے لوگ بیٹی کی عمر تباہ کرتے اور اسے بسانے کی بجائے اجاڑتے ہیں۔

زمانہ حال کے مرد و زن اگر رسول اللہ ﷺ کے خانگی تعلقات کو پیش نگاہ رکھیں، حضور اکرم ﷺ کے طریق کو اپنائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ایام ہائے لیل و نہار کو سامنے رکھیں تو حالات کبھی خراب نہ ہوں اور تباہ و برباد ہونے سے بچ جائیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ حضرت علی اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی مبارک سیرت کو اپنا کر لوگوں کی زندگی سنور سکتی ہے۔ اور گھر میں دوزخ کے شعلے بھڑکانے کی بجائے اسے بہشت کا نمونہ بنا سکتے ہیں۔ اللہ توفیق بخشے۔ آمین۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اقرباء سے محبت

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ نے ہر مسلمان مرد وعورت کو صلہ رحمی کی تاکید فرمائی ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ رشتہ داروں، عزیزوں اور قریبیوں سے حسن سلوک، محبت اور احسان سے پیش آؤ۔ اور

﴿اِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی﴾

کے فرمان پر عمل کرو اور قطع رحمی سے بچو۔ ❶

چنانچہ اسی حکم کے مطابق حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی اپنے اقرباء اور اعزاء سے بے حد محبت تھی۔ اور وہ ان سے بڑے اخلاق و مروت سے پیش آتیں اور ان پر احسان فرمایا کرتی تھیں۔

ایک عورت کے لیے میکہ میں ماں باپ کا رتبہ سب سے بڑا ہے۔ لیکن سسرال میں شوہر کے بعد خسر اور خوش دامن والدین ہی کی طرح بڑا درجہ رکھتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ اس زمانہ میں لڑکیاں ساس اور سسر کی تعظیم و تکریم کرنا فرض نہیں سمجھتیں۔ ان کی خدمت کرنا تو درکنار، ان بیچاروں کا گھر میں رہنا اور انہیں کھانا دینا ہی سخت مشکل ہوتا ہے۔ مگر فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا نے اپنی ساس محترمہ فاطمہ بنت اسد کی خدمت کر کے دنیا میں ایک مثال قائم کر دی اور ثابت کیا کہ بہو ساس کے تعلقات اس طرح ہوتے ہیں۔ ساس سے خلوص و محبت کا برتاؤ یوں کیا جاتا ہے۔ سیدہ کام کاج سے فارغ ہوتیں اور شوہر کی

❶ سورہ نمل، آیت:90. (اور رشتہ داروں کو کچھ نہ کچھ دینا۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خدمت سے فرصت ملتی تو ساس کی خدمت میں لگ جاتیں ان کی ضرورت کا خیال رکھتیں۔ انہیں زیادہ کام نہ کرنے دیتیں۔ ان کو آرام سے رکھنے کی کوشش کرتیں۔ ان کے کپڑے دھوتیں، انہیں کھانا کھلاتیں۔ انہیں نہلاتیں دھلاتیں ان کا بستر صاف کرتیں اور بچھاتیں اوراگر کوئی کام ان کے ذمہ ہوتا تو اس میں بھی ان کی مدد کرتیں۔ ان کی ساس کا اپنا بیان ہے:

''جس قدر میری خدمت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کی۔ اتنی خدمت شاید ہی کسی بہو نے اپنی ساس کی کی ہو۔''

فاطمہ بنت اسد نے ایک بار یوں کہا:

''میری بہو جو دختر رسول ہے مجسمہ محبت ہے، بے حد خدمت گزار ہے اور مجھے حقیقی ماں کی طرح جانتی ہے۔''

کیوں نہ جانتی، جبکہ اسے تعلیم ہی ایسی دی گئی تھی۔ نیز فاطمہ جب چھوٹی سی تھیں جبکہ ان کی والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا تھا۔ تو ان کی ساس فاطمہ بنت اسد ہی نے قرابت داری کی بنا پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی پرورش و تربیت کی ذمہ داری سنبھالی تھی۔

کاش! ہماری بہو بیٹیاں بھی اس راز کو سمجھیں اور سسرال میں جا کر اپنے خسر اور خوش دامن کی عزت اور خدمت اسی طرح کریں۔ جس طرح میکے میں والدین کی کرتی ہیں۔ ہمارے خیال میں صحیح بیٹی کی تعریف بھی یہی ہے کہ اس کا شوہر اس کی ساس غرض سب سسرال والے اس کی تعریف کریں یا کم از کم اکثر اس کا اچھا ذکر کریں۔

داناؤں کا قول ہے کہ ''دنیا میں ہر انسان کے تین باپ ہیں۔''

ایک وہ جس کے نطفہ سے انسان پیدا ہوا، یعنی باپ۔

دوسرا وہ جس سے اس نے کچھ سیکھا یا پڑھا، یعنی استاد۔

تیسرا وہ جس نے اپنی بیٹی اسے نکاح میں دے دی، یعنی خسر۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

گویا خسر اور خوش دامن بھی ماں باپ کے برابر ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ خود اپنے خسروں اور اپنی خوشدامنوں کی بہت عزت روا رکھتے تھے اور امت کو بھی ان کی عزت اور خدمت کرنے کا حکم دیتے تھے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی بہنوں سے بھی بہت محبت تھی۔ اگر انہیں کوئی تکلیف پہنچتی تو یہ بے چین ہو جاتیں۔ اگر انہیں آرام میں پاتی تو خوشی محسوس کرتیں۔ کوئی بہن بیمار ہو جاتی تو اس کی تیمارداری کے لیے جاتیں، مزاج پرسی کرتیں اور ممکن خدمات بجا لاتیں۔

جنگ بدر کے روز جب سیدہ فاطمہ کی بڑی بہن حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو وہ ان کی قبر کے پاس جا بیٹھیں اور رونے لگیں۔ آنحضرت ﷺ ان کے آنسو پونچھتے تھے اور تسلی دیتے تھے۔ ❶

جس طرح رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے رشتہ داروں سے محبت و مروت فرماتے تھے اسی طرح سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی ان سے محبت اور احسان فرماتیں اور ان کی عزت و توقیر کرتیں۔ بڑوں کا اثر چھوٹوں پر پڑتا ہے۔ لہٰذا بڑوں کو چاہیے کہ وہ چھوٹوں کے لیے اچھا نمونہ پیش کریں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تو سیدہ رضی اللہ عنہا کے اپنے ہی قریبی تھے۔ کیونکہ ایک ہی گھر اور ایک ہی خاندان تھا۔

غزوہ موتہ میں جب آنحضرت ﷺ کے چچا زاد اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

''آج جعفر رضی اللہ عنہ شہداء میں شامل ہو گئے۔''

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کی شہادت کی خبر سنی، تو رونے لگیں۔ اور

❶ طبقات ابن سعد:37/8.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((وَاعَمَّاهُ ، وَاعَمَّاهُ)).

”ہائے میرے چچا، ہائے میرے چچا۔“

کہہ کر آنسو بہانے لگیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”دیکھو بیٹی! زبان سے بھی کچھ نہ کہنا۔ اور سینہ کوبی مت کرنا۔“ ❶

اس سے حضور نبی کریم ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ مردے پر بین نہ کرنا۔ اس پر چلا کر اور چیخ کر نہ رونا اور نہ ہی چھاتی کوٹ کر ماتم کرنا۔ یہ سب طور طریقے کفار میں مروج تھے۔ رسول اللہ ﷺ مردے پر چیخنے چلانے، اس کے بین کرنے اور پیٹ کر ماتم کرنے سے سخت نفرت فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ))

”میں لوگوں سے بیزار ہوں جو چیخ چلا کر روئیں، بین کریں۔ غم و الم کے اظہار کے لیے کپڑے پھاڑیں اور گریبان نوچیں۔ اور جاہلیت کے بول بولیں۔“ ❷

افسوس کا مقام ہے کہ آج مسلمان حضرت شہ کونین ﷺ کی ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتے۔ خصوصاً عورتیں اپنے کسی عزیز کی موت پر چیخیں مارتیں، چلاتیں، گلا پھاڑ کر روتیں۔ منہ پر دوہتڑ مارتیں اور پیٹ پیٹ کر سینے لال کرتی ہیں، یہ جانتے ہوئے کہ ایسا کرنا عذاب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔

علاوہ ازیں محرم الحرام میں ماتم کرنے اور بلاوجہ اپنا خون بہانے والے جو ان بھی حضور ﷺ کے ارشاد گرامی پر غور کریں۔ کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے کس طرح مردوں

❶ الروض الانف: 7/743. ❷ صحيح البخاري، الجنائز، باب ليس منا من ضرب الخدود، حديث:1297.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اور شہیدوں پر ماتم کرنے اور رونے چلانے سے منع کیا ہے اور کس طرح ایسے ماتموں سے بیزاری ظاہر فرمائی ہے۔ خاموشی سے آنسو بہانا بری چیز نہیں۔ البتہ بین سنانا چیخنا چلانا اور بہ تکلف رونا وغیرہ امور منع و ناجائز ہیں جن سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ لیکن وہ آپ کو ماننے کے باوجود آپ کی بات کو نہیں مانتے۔ حالانکہ آپ کو ماننا دراصل آپ کی بات کو ماننا ہے۔ آپ کی اطاعت درحقیقت آپ کے فرامین کی اطاعت کرنا ہے۔ ورنہ محض زبان سے ماننا اور صرف زبان سے محبت کا اظہار کرنا وزن نہیں رکھتا۔ اہل ایمان کا شیوہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے محبوب پیغمبر ﷺ کی بات کو فوراً اور بلاچون و چرا مانتے ہیں البتہ کفار و منافقین اس سے بھاگتے ہیں۔ [1] اسی اطاعت سے محبت کا پتہ چلتا ہے اگر واقعی محبت ہے تو اس کا لازمی تقاضا فرمانبرداری ہے۔ کیونکہ محب اپنے محبوب کا فرمانبردار و اطاعت گزار ہوتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَأَطَعْتَهُ
إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعُ

''اگر تمہاری محبت سچی ہوتی تو تم ضرور اپنے محبوب کے اطاعت گزار ہوتے۔ کیونکہ محب (یعنی محبت کا دعویٰ کرنے والا) اپنے محبوب کا اطاعت گزار ہوا کرتا ہے۔''

خلاصہ کلام یہ کہ اگر ہمیں اپنے محبوب دو عالم ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت خاتون جنت سیدہ نساء العالمین رضی اللہ عنہا سے محبت ہے تو ہمارے لیے از بس ضروری ہے کہ ہم ان کے ارشادات کے سامنے دل و جان سے سر تسلیم خم کر دیں۔

[1] سورۃ الانفال، آیت:59-61.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خدمت خلق

جناب رسول مقبول ﷺ نہ صرف اپنے تمام کام اپنے دست مبارک سے سرانجام دیتے تھے بلکہ وقتاً فوقتاً دوسروں کے کام بھی کیا کرتے تھے۔ آپ لوگوں کی خدمت کرنے میں ایک راحت اور مسرت محسوس کرتے تھے۔ کوئی شخص حضور ﷺ سے کسی کام کے متعلق عرض کرتا تو آپ ﷺ فوراً تیار ہو جاتے اور اپنا کام چھوڑ کر اس کی ضرورت پوری کر دیتے۔ آپ ﷺ اپنے ہوں یا بیگانے کسی کا کام کرنے میں ہتک نہ سمجھتے تھے۔ امت کو آپ نے حکم دیا کہ تن آسان نہ بنو، اپنے کام خود کیا کرو نیز دوسروں کی خدمت بھی سرانجام دیا کرو۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

((خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُ النَّاسَ))

''لوگوں میں سے سب سے بہتر آدمی وہ ہے جو دوسروں کی خدمت بجا لاتا ہے۔''❶

اور حضرت رسول مقبول ﷺ کا ارشاد ہے:

((سَيِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ))

❶ ہمیں یہ الفاظ احادیث میں تو نہیں ملے لیکن ان کے قریب ترین الفاظ الجامع الصغیر میں ہیں وہ الفاظ یہ ہیں: (خَيْرُ النَّاسِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ) ''لوگوں میں سے بہتر وہ ہے جو ان میں لوگوں کو زیادہ نفع دینے والا ہے۔'' یہ روایت حسن ہے۔ دیکھیے: صحیح الجامع الصغیر، حدیث: 3289، والسلسلة الصحيحة، حديث: 426.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"قوم وملت کا سردار تو وہ ہے جو قوم کی خدمت میں مصروف رہتا ہے۔"[1]
اور دل و جان سے لوگوں کی تکلیفیں دور کرتا ہے۔

آنحضور ﷺ کی ان عادات و خصائل کا عکس، فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا پر بھی پڑا۔ جس طرح ان کے باپ ﷺ سید الکونین ہو کر خادم خلق تھے۔ اسی طرح فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی سیدۃ نسآء العالمین ہو کر خادمہ مخلوق بن گئیں اور والد معظم ﷺ کی طرح دوسرے کاموں میں بھی مصروف رہنے لگیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ سیدہ اپنے کام میں مشغول ہوتیں اور کوئی عورت ان سے کسی کام کے لیے درخواست کرتی۔ تو وہ فوراً اپنا کام وہیں چھوڑ کر اس کا کام کرنے لگ جاتیں اور اس میں ایک عجیب لذت و فرحت محسوس کرتیں۔

حضرت بتول رضی اللہ عنہا بہت مصروف خاتون تھیں۔ گھر کا سارا بوجھ ان کے سر پر تھا۔ گھریلو کاموں سے لمحہ بھر فرصت نہ ملتی تھی۔ ہم بتا چکے ہیں کہ سیدہ چکی بھی پیستی تھیں، جھاڑو بھی دیتی تھیں۔ کپڑے بھی صاف کرتی تھیں۔ پانی بھی لاتی تھیں، چرخہ بھی کاتتی تھیں۔ کھانا بھی پکاتی تھیں۔ لباس کی مرمت اور سلائی بھی کرتی تھیں۔ بستر بھی بچھاتی تھیں۔ آٹا بھی گوندھتی تھیں۔ چولہا بھی سلگاتی تھیں۔ گھر کی لپائی اور صفائی بھی کرتی تھیں اور اپنے شوہر عالی مقام رضی اللہ عنہ کی ہر طرح سے خدمت بھی کرتی تھیں۔ پھر ساس کی خدمت بھی اپنے ہی ذمہ لے رکھی تھی۔

لیکن اس قدر اشتغال و انہماک کے علاوہ ایک اور بارِ گراں بھی انہیں کے دوش مبارک پر تھا اور وہ تھا اولاد کی نگہداشت اور پرورش کا بوجھ۔ چنانچہ بچوں کو کھلانا، پلانا، نہلانا دھلانا، ان کو تعلیم دینا، ان کی تربیت کرنا بھی سیدہ رضی اللہ عنہا کے فرائض میں داخل تھا۔ علاوہ ازیں ایک اور اہم ترین فرض بھی تھا جس پر دنیا کے تمام امور فرائض قربان کیے جا سکتے تھے۔ یعنی

[1] کنز العمال: 1078/6، حدیث: 17517، و السلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ، حدیث: 1502.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبادت و ذکر الٰہی میں مشغول ہونا اور سامان عاقبت جمع کرنا۔

بتائیے! ایسی منہمک خاتون، جس کا ایک ایک رواں دینی اور دنیوی فرائض کے انجام دینے میں مصروف ہو۔ اتنی فرصت کہاں رکھتی ہے کہ اپنے کام بھی کرے اور شوہر کی خدمت بھی سرانجام دے؟ معبود حقیقی کی بندگی بھی بجالائے اور دوسروں کے بھی ہاتھ بٹائے؟ مگر نہیں۔ وہ گھر کے بھی سب کام کرتی ہے، خاوند کو بھی خوش رکھتی ہے۔ خدائے کریم کی عبادت بھی کرتی ہے، اولاد کو بھی پالتی ہے اور مخلوق خدا کی خدمت بھی بجالاتی ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے ابا حضور ﷺ سے سن رکھا تھا کہ

((مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ))

''جو مسلمان مرد عورت اپنے بھائی بہن کی حاجت پوری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کر دیتا ہے۔''[1]

سیدہ رضی اللہ عنہا کی خدمت خلق کا ایک واقعہ سن لیجیے۔ وہ یہ ہے کہ ایک روز آپ چکی پیس رہی تھیں، ہاتھوں میں چھالے پڑے ہوئے تھے، جَو پیتے پیتے بدن مبارک پسینہ میں تر ہو گیا۔ سانس پھولنے لگی اور ہانپنے لگ گئیں۔ اسی حالت میں پڑوس سے ایک دردناک آواز ان کے کانوں میں پہنچی۔ سنتے ہی بے چین ہو گئیں۔ چکی وہیں چھوڑی اور اس گھر میں چلی گئیں۔ دیکھتی کیا ہیں کہ پڑوسن دردزہ (بچہ جننے کی تکلیف) میں مبتلا ہے۔ اس کی جان پر بنی ہوئی ہے اور موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ گھر والے حیران و پریشان ہیں کہ کیا کریں اور کس کو بلائیں۔ مگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں تسلی دی اور ہمت اور جذبۂ خدمت خلق سے کام لیتے ہوئے دایہ کے فرائض سرانجام دینا شروع کر دیے۔ ان کے حسن تدبیر

---

[1] صحيح البخاري، المظالم، باب لا يظلم المسلم المسلم ولا يسلمه، حديث:2442، و صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم الظلم، حديث:2580.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے تھوڑی دیر میں بچہ صحیح سلامت پیدا ہوگیا۔ آپ زچہ کی خدمت سے فارغ ہوکر گھر لوٹیں۔ اور اس قدر خوشی حاصل ہوئی گویا آپ کو دونوں جہانوں کے خزانے مل گئے ہوں۔

اور صحیح نیکی کی علامت بھی یہی ہے کہ اسے سرانجام دے کر سکون اور خوشی حاصل ہو۔

کیا ہم میں کوئی ایسی خاتون ہے جو محض انسانی فریضہ سمجھ کر دوسروں کی خدمت بجالائے؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی یہ خدمت گزاری اور دوسروں کی امداد واعانت بھی خدمت خلق کا ایک اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ اور یہ اس لیے پیش کیا گیا ہے کہ ہماری مستورات چاہے وہ امیر ہوں یا غریب، مقدور بھر اپنے بھائی بہنوں کی مدد کریں۔ ان کی ہر ممکن خدمت کریں اور ان کی خدمت کو اپنی شان سے فروتر نہ سمجھیں۔ ان کے کام کرنے میں شرم محسوس نہ کریں۔ اور جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے والد بزرگوار صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو ہمہ وقت سامنے رکھیں۔ خصوصاً ہماری بہنوں، بیٹیوں کو سیدہ محترمہ رضی اللہ عنہا کی پاک سیرت کے اس پہلو کو پیش نظر رکھ کر غریب اور بے یارومددگار گھرانوں کی امداد و اعانت اور خیر خواہی کرنی چاہیے۔ دوسروں کی خدمت کرنا ہی دراصل شرف آدمیت اور معراج انسانیت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ناداری اور قناعت

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نسبت آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ آپ غریب اور تنگ دست گھرانے کے فرد تھے۔ محنت مزدوری کرتے تھے۔ آپ دولت مند اور صاحب مال و زر نہ تھے، اکثر ایام فاقہ میں بسر کرتے تھے۔ کسی کی مشقت کر کے چار پیسے لاتے، تو ایک دو روز چولہا گرم ہو جاتا۔ ورنہ اللہ نگہبان۔ کبھی گھاس لا کر بیچتے۔ کبھی مزدور کی حیثیت سے کھیت میں نلائی کرتے۔ ایک دفعہ رات بھر کسی کا باغ سینچتے رہے تو صبح مزدوری میں جَو ملے۔ وہ اتنے کم تھے کہ میاں بیوی ان سے پیٹ بھی نہ بھر سکے۔

اسی طرح ایک بار بھوک نے بہت ستایا اور گھر سے باہر تشریف لے گئے اور تلاش معاش میں پھرنے لگے۔ معلوم ہوا، ایک عورت اپنے باغ کو پانی دلانا چاہتی ہے۔ اس کے پاس پہنچے۔ اجرت طے کی اور پانی سینچنے لگے۔ اس میں آپ کو بڑی تکلیف ہوئی۔ ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے اس مشقت کا صلہ آپ کو کیا ملا؟ مٹھی بھر کھجوریں![1] صبر شکر کر کے گھر لے آئے۔ کچھ آپ کھائیں کچھ سیدہ کو کھلائیں، اوپر سے چار گھونٹ پانی کے پیے۔ اور

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ))[2]

[1] مسند أحمد:1/135۔ [2] سنن أبي داود، الأطعمة، باب مایقول إذا طعم، حدیث:3850، یہ روایت ضعیف ہے۔ لیکن اس سے اگلی روایت صحیح ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَ وَسَقٰى وَسَوَّغَهُ وَجَعَلَ لَهُ مَخْرَجًا) ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے کھلایا پلایا اور خوش گوار بنایا۔ اور اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنایا۔ دیکھیے: سنن أبي داود، حدیث:3851، والسلسلة الصحيحة، حدیث:705۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہہ کر رازق حقیقی کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا کہ کبھی کوئی لڑائی چھڑی تو مال غنیمت سے انہیں بھی کچھ حصہ مل گیا اور چار دن آسودگی سے گزر گئے۔ اس کے بعد پھر چولہے میں پانی اور پیٹ پر پتھر۔

سوچیے! جب شوہر کا یہ حال تھا تو بیوی کس خزانے کی مالک تھی جو اشرفیوں اور پاؤنڈوں میں کھیلتی اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتی؟ وہ بیچاری بھی تو فاقے ہی کھینچتی تھی، بھوکی اور پیاسی ہی رہتی تھی۔ اس پر مصیبت یہ کہ دن بھر سارا کام بھی کرنا پڑتا تھا۔ شکم خالی ہے، طبیعت بے حال ہو رہی تھی۔ آنتیں قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھ رہی ہیں۔ مگر اللہ رے صبر و تحمل! اور واہ رے قوت برداشت! کیا مجال جو منہ سے ٹھنڈی آہ بھی نکل جائے۔ اور لبوں پر شکوہ و شکایات آئے، آخر گلے شکوے ہوتے بھی کس سے؟ باپ (ﷺ) سے؟ جسے خود دولت سے نفرت تھی۔ جو اپنی زندگی فاقوں میں بسر کرتا تھا۔ جس کے اپنے ہی گھر میں سارا مہینہ آگ نہ جلتی اور روٹی نہ پکتی تھی۔ جس کی اپنی بیویاں خالی پیٹ رہتی تھیں۔ جو اتنا اثاثہ بھی نہ رکھتا تھا کہ چار دن کے لیے سامان خوراک ہی جمع کر سکے۔ وہ اپنی بیٹی اور اپنے داماد کو کیا مدد دیتا؟ انہیں کیا کھلاتا اور کیا پہناتا؟ اس کا تو یہی بس تھا کہ کوئی چیز زیادہ مقدار میں کہیں سے آ گئی تو بحصہ رسدی بیٹی کو بھی بجھوا دی۔ اور پھر بیٹی بھی وہی! جسے خود اس نے تعلیم دی تھی۔

”کہ بھوکی اور ننگی رہنا قبول کر لینا۔ مگر خبردار! دولت دنیا کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھنا۔ اور جہان فانی کی ہر شے کو حقیر جاننا۔“

یہ اسی تعلیم ہی کا نتیجہ تھا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ایسی محبوب بیٹی اگر والد معظم (ﷺ) سے تنگدستی کا کبھی شکوہ بھی کرتی تو کوئی شنوائی نہ ہوتی۔ اور امداد و اعانت کی بجائے الشارب کا خوف اور تقویٰ ہی یاد دلایا جاتا۔ اور صبر شکر ہی کی تلقین فرمائی جاتی۔ روایت ہے کہ ایک دفعہ سیدہ عالم رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے ناداری کا شکوہ کیا۔ آنحضور ﷺ اس وقت مصلے پر بیٹھے ہوئے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ فرمایا: ''فاطمہ! میرے قریب آ۔'' جب وہ قریب آ گئیں تو حضور ﷺ نے فرمایا:

اگر تو دولت دنیا چاہتی ہے تو میں تجھے اللہ تعالیٰ سے مانگ دیتا ہوں۔ مگر سن لے کہ تو اللہ سے غافل ہو جائے گی اور عاقبت سے محروم! اب جو کچھ لینا چاہتی ہے اور جتنا لینا چاہتی ہے لے لے۔ تجھے کوئی رکاوٹ نہیں۔ مگر یاد رکھ آخرت میں تجھے کچھ نہ ملے گا۔

فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا سجدہ میں گر پڑیں اور توبہ استغفار کرنے لگیں۔

ایک دفعہ آنحضور ﷺ کے پاس کچھ خادم آئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: ذرا حضور ﷺ تک جاؤ اور ایک خادمہ طلب کرو۔ تم بھی کام کاج کرتی تنگ آ گئی ہو۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دربار نبوی میں حاضر ہوئیں مگر شرم کے مارے کچھ عرض نہ کر سکیں۔ دوسرے دن سرکار دوعالم ﷺ خود ان کے گھر تشریف لے گئے۔ پوچھا: ''بیٹی! کل کیوں آئی تھی اور کیا کام تھا۔'' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خاموش رہیں۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ بولے:

حضور! چکی پیس پیس کر ان کے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے ہیں۔ اور پانی اٹھا اٹھا کر گردن پر نشان ابھر آئے ہیں۔ میں نے حضور ﷺ کے پاس کچھ خادم دیکھے تھے۔ اور میں نے ہی ان سے کہا تھا کہ آپ کے پاس جا کر خادم/خادمہ مانگ لیں۔'' حضور ﷺ نے خدمت گار دینے کی بجائے فرمایا:

((اِتَّقِي اللّٰهَ يَا فَاطِمَةُ! وَأَدِّي فَرِيضَةَ رَبِّكِ وَاعْمَلِي عَمَلَ أَهْلِكِ وَإِذَا أَخَذْتِ مَضْجَعَكِ فَسَبِّحِي ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِيْنَ وَاحْمَدِي ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَكَبِّرِي أَرْبَعًا وَثَلَاثِيْنَ فَتِلْكَ مِائَةٌ فَهِيَ خَيْرٌ لَكِ مِنْ خَادِمٍ))

''اے فاطمہ! اللہ سے ڈر اور پرہیزگار بن، اپنے رب کے فرائض ادا کر۔ اور اپنے کنبہ کے اعمال کو اپنا دستور بنا۔ اور جب سونے کے لیے بستر پر لیٹے تو سبحان اللہ 33 بار، الحمدللہ 33 بار اور اللہ اکبر 34 بار پڑھ لیا کر۔ کیونکہ یہ وہ عمل ہے جو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تیرے لیے خادم سے بدرجہا بہتر ہے۔''❶

اسی طرح ایک مرتبہ کچھ غلام حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں لائے گئے۔ اس دفعہ بھی جناب علی رضی اللہ عنہ ہی نے سیدہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کے پاس بھیجا کہ کام کاج کے لیے ایک غلام یا لونڈی مانگ لیں۔ سیدہ محترمہ حاضر ہوئیں اور ابا جان سے اپنی ضروریات بیان کیں۔ سرورِ کائنات ﷺ نے سن کر فرمایا:

''فاطمہ رضی اللہ عنہا! کیا کہوں۔ میں تو ابھی اصحاب صفہ کے حقوق ہی ادا نہیں کر سکا اور ان کی خدمت سے ابھی فارغ نہیں ہوا۔ (اس کے علاوہ بہت سے یتیم اور مسکین بھی میرا منہ دیکھ رہے ہیں۔) تجھے غلام کہاں سے دوں؟ جاؤ اللہ کے ذکر و عبادت میں مشغول رہو اور دنیا سے دل نہ لگاؤ دنیا کی ہر چیز سے نفرت کرو۔''❷

ناداری و مفلسی کا یہ حال تھا کہ اکثر اوقات سیدہ رضی اللہ عنہا کے جسم پر لباس بھی پورا نہ ہوتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا ایک دفعہ بیمار ہوگئیں۔ شاہ کونین ﷺ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ دروازے پر پہنچ کر سلام کیا اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے خوش آمدید کہا۔ حضور ﷺ نے پوچھا: ''میرے ساتھ کچھ آدمی ہیں۔ کیا وہ بھی آجائیں؟''

انہوں نے جواب دیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! اس وقت میرے پاس چھوٹی سی عبا ہے، جس سے ستر پوشی اور پردہ نہیں کیا جا سکتا۔''

حضور رسول مقبول ﷺ نے اپنی چادر دیوار پر پھینک دی، فرمایا: ''اس سے پردہ کرلو۔''

پھر حضور ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم سمیت اندر تشریف لے آئے۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''بیماری کی تکلیف کے علاوہ آزمائش یہ ہے کہ گھر میں کھانے کو کچھ

---

❶ سنن أبي داود، الخراج، باب في بيان موضع قسم الخمس وسهم ذي القربى، حديث: 2988.
❷ مسند أحمد: 1/106.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

کہ تم اس بات پر خوش اور مطمئن نہیں کہ تم سیدۃ نساء العالمین ہو؟''

مطلب یہ ہے کہ جب بھی بتول محترمہ رضی اللہ عنہا اپنی تنگدستی کی شکایت زبان پر لاتیں حضور ﷺ ان کو پرہیز گار بننے، تقویٰ اختیار کرنے ذکر و عبادت میں مشغول رہنے اور سامان آخرت جمع کرنے کی تلقین فرماتے۔ دنیوی عیش و عشرت اور لذت و فرحت سے نفرت دلاتے اور ان کی فضیلت کہ تم

((سَيِّدَةُ نِسَاءِ الْعٰلَمِيْنَ)) اور ((سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ)).

ہو، اس لیے بیان فرماتے کہ راضی برضا رہنے، صبر و شکر کرنے، دنیاوی لذات سے منہ موڑنے اور اللہ تعالیٰ سے لو لگانے ہی سے یہ مراتب و مناصب تمہیں ملے ہیں۔ اگر بے صبر و ناشکر گزار ہو گی تو یہ رتبے چھن جائیں گے اور اللہ کریم ناراض ہو جائے گا۔'' [1]

[1] الإصابة:4/283 بحواله الاستيعاب لابن عبدالبر، و حلية الأولياء:2/42.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک نکتہ

عام لوگ کہا کرتے ہیں کہ ''نبیوں اور ولیوں کی قسمت میں تو سوکھی روٹی بھی نہ لکھی تھی۔ اوران کے نصیب میں جَو بھی نہیں تھے۔'' لیکن یہ بات غلط اور قطعی غلط ہے۔ ان کے پاس سب کچھ تھا۔ اور سب کچھ ہو سکتا تھا۔ وہ دنیا جہان کے خزانوں کے مالک بن سکتے تھے۔ وہ بے انتہا دولت جمع کر سکتے تھے۔ سونے اور چاندی کے محل بنا سکتے تھے۔

لیکن اللہ تعالیٰ جل شانہ نے انہیں اس لیے مامور نہیں فرمایا تھا کہ وہ زر پرست ہو جائیں اور طالب مال و جاہ بنیں۔ وہ اس لیے تشریف نہیں لائے تھے کہ سیم و زر جمع کر کے قارون کی صفات پیدا کریں۔ وہ تو اللہ کے دین کی تبلیغ کرنے اور اللہ کی توحید کا جھنڈا گاڑنے آئے تھے۔ انہیں برائیوں اور گناہوں سے روکنے آئے تھے۔ انہیں نیکی پر مائل کرنے اوران کی عاقبت سنوارنے آئے تھے۔ جب ان کی راہ ہی دوسری تھی تو پھر دنیوی مال و دولت کی انہیں کیا ضرورت اور کیا طلب تھی۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس بعض اوقات دولت کے ڈھیر لگ جاتے تھے۔ کھانے اور پینے اور دوسری کئی قسم کی اشیاء کے انبار جمع ہو جاتے تھے۔ لیکن حضور ﷺ تو اس دولت کو اوران چیزوں کو ہاتھ بھی نہ لگاتے تھے۔ اور فوراً تقسیم فرما دیتے تھے۔ حضور ﷺ کے کاشانہ مبارک میں بھی کئی قسم کے قیمتی تحفے تحائف آتے رہتے تھے۔ جنہیں آنحضرت ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن خیرات کر دیتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ اگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک دن آپ کے گھر میں کھانا پکا ہے تو مہینہ بھر چولھا ٹھنڈا رہا ہے اور روٹی کی شکل تک نہیں دیکھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی چونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے تربیت یافتہ تھے لہٰذا ان کا دست کرم بھی ہمیشہ وسیع رہتا۔ کہیں سے کچھ ملتا تو فوراً صدقہ کر دیا جاتا اور اپنے سے زیادہ محتاجوں کا خیال رکھا جاتا۔ ان کے نادار و تنگدست رہنے کا عام سبب یہی تھا۔ ورنہ اگر یہ حضرات چاہتے تو سونے کی کوٹھیاں اور چاندی کے بنگلے بنوا سکتے تھے۔ مگر

((اَلدُّنْیَا جِیفَۃٌ وَطَالِبُھَا کِلَابٌ))

''دنیا مردار اور اس کو چاہنے والے کتے ہیں۔''[1]

کہنے والے کے جگر گوشے اور شاگردان رشید یہ کیونکر گوارا کر سکتے تھے کہ دین کو چھوڑ کر دنیا سے دل لگائیں؟ اور رحمن کی جگہ طاغوت کی پوجا کریں اور دنیائے دنی سے دل لگائیں۔

اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اسلام نے دولت کمانے اور دولت جمع کرنے سے روکا ہے، نہیں، وہ تو کہتا ہے نیک طریقے سے کماؤ اور نیک کاموں پر خرچ کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایسے بزرگ بھی گزرے ہیں جو لاکھوں اور کروڑوں کے مالک تھے۔ مگر جب دین کو ضرورت پڑتی تو اللہ کی راہ اور رضا میں سب کچھ لٹا دیتے تا آنکہ جان تک دینے میں دریغ نہ کرتے۔[2]

بہرکیف، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ناداری و تنگدستی ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ مالی پریشانیوں اور تنگی تکلیف کے وقت انسان کو گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ خندہ پیشانی سے مصائب کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ اور ہر حال میں رازق حقیقی کی حمد و ثنا اور عبادت و ریاضت میں مصروف رہنا چاہیے۔ جو لوگ مفلسی اور غریبی، بھوک اور برہنگی سے گھبرا کر ادھر ادھر ہاتھ پاؤں

[1] كشف الخفاء للعجلوني: 493/1، والدر المنتشرة في الاحاديث المشتهرة، حديث: 85. (یہ روایت موضوع ہے۔) [2] اس موضوع پر مؤلف رحمہ اللہ کی کتاب: ''دولت مند صحابہ رضی اللہ عنہم'' قابل مطالعہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مارتے اور غیروں کے سامنے دست سوال دراز کرتے ہیں وہ اپنا وقار کھو دیتے ہیں۔ دنیا کی نگاہوں میں ذلیل ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی ان سے ناراض ہوتا ہے۔ ان کا نام نیکوں کی فہرست سے خارج کردیتا ہے۔ یہ تنگی اور تکلیف، یہ بھوک اور برہنگی، یہ مفلسی اور ناداری بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندۂ مومن کا ایک امتحان ہوتا ہے جو نیک بخت لوگ اس آزمائش میں پورے اترتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اجر پاتے ہیں۔ اور جو پورے نہیں اترتے وہ گناہگاروں میں شامل ہوجاتے ہیں۔ تکلیف میں گھبرانے کا حکم نہیں دعا کرنے اور ناساعد حالات کا مقابلہ کرنے اور یہ قرآنی دعا کرنے کا حکم ہے:

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ [1]

[1] البقرۃ 2:201.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سادگی

کہتے ہیں انسان کی فطرت، ذہنیت اور جبلت کا بدلنا دشوار ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی خصلت اور عادت بھی مشکل ہی سے تبدیل ہوسکتی ہے۔لیکن اسلام ایک ایسا عجیب اور انوکھا مذہب ہے جس نے ثابت کردیا کہ رب ذوالجلال کا دین نہ صرف انسان کی خوبو کو، نہ صرف اس کے عادات وخصائل کو اور نہ صرف اس کے مزاجوں اور طبیعتوں کو ہی بدل دیتا ہے، بلکہ اس کی فطرتوں اور ذہنیتوں کو بھی تبدیل کر دیتا ہے۔ تاریخ شاہد اور حالات گواہ ہیں کہ اس مقدس دین نے انسانوں کی جبلت، فطرت اور ذہنیت میں وہ انقلابِ عظیم پیدا کیا کہ دنیا نے انگشت حیرت منہ میں چبالی۔

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اس ماں (یعنی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا) کی چہیتی بیٹی ہیں جو اتنی بلند اقبال اور صاحب مال ومنال تھیں کہ ان کے خیموں کی طنابیں سونے کی میخوں سے باندھی جاتی تھیں۔ عرب کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی ان کی تجارت پھیلی ہوئی تھی۔ بڑے کروفر سے رہتی تھیں۔ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ تھا۔ اور امارت کے تمام تکلفات ان میں موجود تھے۔لیکن......جب یہی مالدار خاتون ایک فقیرمنش اور سادہ مزاج شخصیت کے نکاح میں آئیں تو سارے تکلفات جاتے رہے۔ دیبا واطلس کی جگہ بوریا بچھ گیا۔ سنجاب وسمور کا مقام ٹاٹ نے حاصل کیا اور قالینوں نے چٹائیوں کے لیے جگہ خالی کردی۔ مقصد یہ کہ کل تکلفات جاتے رہے اور سادگی آگئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غور کیجیے! ''ماں'' (رضی اللہ عنہا) کی یہ حالت تھی۔ کہ انہوں نے رب کی خوشنودی کے لیے سب کچھ تیاگ دیا تھا۔ تو ''بیٹی'' (رضی اللہ عنہا) میں کیوں سادگی اور بے تکلفی پیدا نہ ہوتی۔ وہ دنیا اور دنیا کے جملہ تکلفات کو کیوں تج نہ دیتیں؟

پھر ''باپ'' (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی تو وہی تھا جو فقیری اور درویشی کی چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ جو خود سادگی پسند تھا اور دوسروں کو سادہ زندگی بسر کرنے کی تعلیم دیتا تھا۔

یہ اسی اللہ جل شانہ کے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ اس کی پیاری بیٹی نے انتہائی سادگی اختیار کر لی۔ تکلف اور تصنع کا بھی خیال تک نہ آیا۔ بیٹی ہی پر کیا موقوف ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے دولت مند اور مالدار صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی سادگی میں وہ کمال دکھایا کہ باید و شاید۔

وہ فقیری میں بادشاہی کرتے تھے۔

پھٹی ہوئی چٹائیوں پر بیٹھ کر حکمرانی کرتے تھے۔

ان سوکھے ٹکڑے چبانے والوں سے مغرور و سرکش سلاطین خوف کھاتے اور کانپتے تھے۔ محض اس لیے کہ ان کے دل میں زہد اور شان استغناء کی وجہ سے روحانیت جلوہ گر تھی۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت رچ بس گئی تھی۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا لباس اتنا معمولی اور ہلکی قسم کا ہوتا کہ آج کل کے حساب سے اس کی قیمت چند روپوں سے زیادہ نہ تھی۔ اور کوئی غریب سے غریب عورت بھی ایسی پوشاک پہننا پسند نہ کرتی تھی، البتہ صاف ستھرا ہوتا تھا۔ غذا اتنی سادہ کہ کوئی بھیک منگی بھی اسے کھا نہ سکے۔ جَو کی روٹی، وہ بھی روکھی سوکھی، نہ سالن کی احتیاج نہ گھی کی ضرورت۔ لطف یہ کہ ایسی غذا بھی روزانہ میسر نہ تھی۔ کئی کئی دن فاقوں میں گزر جاتے۔ کبھی چند کھجوریں یا چھوہارے کھا کر ہی گزارہ کر لیا جاتا۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ایک کف دست (ہتھیلی بھر)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ستو پھانک کر اوپر سے پانی کے چار گھونٹ پی لیے جاتے۔

کہا جاتا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چونکہ نادار و تنگدست تھیں اس لیے انہیں اچھی خوراک اور اچھی پوشاک کبھی میسر ہی نہ آئی۔ اگر تونگر ہوتیں اور اپنے پاس مال و دولت رکھتیں تو ضرور اچھا کھاتیں اور اچھا پہنتیں، مگر یہ خیال درست نہیں ہے کئی دفعہ کھانے پینے کی پر تکلف چیزیں اور پہننے کی عمدہ پوشاکیں بھی ملیں۔ مگر وہ سب خیرات کر دیں۔

ایک بار مال غنیمت میں ریشمی چادر اور ریشمی پوشاک ملی۔ لیکن دختر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ صدقہ کر دی اور خود پھٹے پرانے کپڑوں میں ہی گزارہ کیا۔ بعض وقت پنیر اور میدہ بھی آیا مگر اسے بھی اللہ کی راہ میں دے دیا۔ اور خود جو کی روٹی، خشک کھجور یا مٹھی بھر ستو سے وقت نکال لیا۔

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تین سیر جو کہیں سے لائے۔ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک سیر جو کو پیسا اور پکایا۔ جب روٹی تیار ہو چکی تو ایک مسکین نے صدا کر دی۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سب روٹیاں اس کو دے دیں۔ پھر دوسرا سیر پیسا اور پکایا۔ اب کسی یتیم نے آواز دی اور وہ روٹیاں اس کو عطا کر دیں۔ بعد ازاں تیسرے سیر کو پیسا اور روٹیاں پکائیں۔ اس دفعہ ایک قیدی آ گیا اور روٹی مانگنے لگا۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے یہ روٹیاں بھی اس کی نذر کر دیں، اور آیت کریمہ:

﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا﴾

''وہ اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔''[1]

کی عملی تفسیر پیش کر دی۔ بلکہ بعض مفسروں نے لکھا ہے کہ یہ آیت نازل ہی اس موقع پر ہوئی تھی۔[2]

---

[1] سورۃ الدھر، آیت:8. [2] الدر للمنثور:371/8 وتفسیر الکبیر:746/10.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان حالات سے معلوم ہوا کہ اگر انہیں کچھ ملتا بھی تھا تو پھر بھی وہ سادگی و بے تکلفی کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ بھلا علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما تو مفلس تھے، غریب اور تنگدست تھے، اس لیے سادہ تھے۔ لیکن اس زمان میں جو لوگ دولت مند اور تونگر تھے، لاکھوں میں کھیلتے تھے، جب وہ اسلام میں داخل ہوئے، تو وہ بھی غریبوں اور فقیروں ہی کی طرح رہنے لگے۔ خوراک اور پوشاک اتنی سادہ بنالی کہ انہیں کوئی اجنبی دیکھتا تو گدائے بے نوا ہی سمجھتا۔ عالی مرتبت خلفائے راشدین (ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم) سطوت کبریٰ کے مالک ہونے کے باوجود انتہائی سادہ مزاج تھے۔ اور غریبوں ہی جیسا کھاتے اور پہنتے تھے۔ ان کے مفصل حالات بڑی کتب میں پڑھے جاسکتے ہیں۔ یہ سب تعلیمات نبوی کا اثر تھا کہ انہوں نے شاہانہ ٹھاٹ بھاٹھ چھوڑ کر سادگی اپنالی۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی بیٹی اور اپنے داماد کی نگرانی فرماتے تھے۔ اگر انہیں ذرا بنا سنورا دیکھتے تو ناراض ہوتے۔ ان کے گھر میں کوئی نمائش کی چیز نظر آتی تو جب تک وہ چیز دور نہ کر دی جاتی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں جانا موقوف کر دیتے۔ آپ جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے ان کے گھر تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے مراجعت فرما ہوئے تو حسب دستور فاطمہ بتول کے گھر گئے۔ لیکن دروازے پر پہنچ کر فوراً ہی لوٹ آئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس سے بہت رنج ہوا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واپس تشریف لے جانے کی وجہ معلوم نہ ہوسکی۔ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آگئے۔ آپ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غمگین دیکھ کر سبب دریافت کیا۔ انہوں نے کہا: ابا جان (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے تھے مگر گھر میں قدم رکھے بغیر ہی واپس تشریف لے گئے ہیں۔ آپ جائیے، اوراس کی وجہ معلوم کیجیے۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واپس آنے کا سبب پوچھا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اے ابوتراب! مجھے دنیوی نقش و نگار سے کیا تعلق؟ تمہارے دروازے پر منقش پردہ لٹک رہا تھا۔ میرے دل نے گوارا نہ کیا کہ ایسے مزین گھر میں داخل ہوں جو دختر رسول کے شایان شان نہ ہو۔''[1]

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ خود اپنی اولاد، اپنے اقرباء، اپنے عزیزوں اور اپنے صحابیوں کو سادگی کی تعلیم دیتے اور دنیا کی زیب و زینت اور اس کی محبت سے نفرت دلاتے تھے۔ حالانکہ اگر اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو تو شرعی لحاظ سے ایک حد تک پردے وغیرہ لٹکانے اور جائز حد تک گھر کی آرائش کرنے کی اباحت ہے۔

اس واقعہ سے ان لوگوں کو سبق لینا چاہیے جو آرائش و زیبائش کے لیے بلا ضرورت ہزاروں روپے خرچ کر دیتے ہیں اور فضول خرچی کے مرتکب ہو کر اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کرتے ہیں۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے ساری عمر کسی زیور کے بنوانے اور پہننے کی خواہش نہیں کی۔ ایک مرتبہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حالات قدرے بہتر ہو گئے تو سوئے اتفاق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو سونے کا ہار بنوا دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب ان کے گلے میں ہار دیکھا تو کچھ نگاہ التفات نہ فرمائی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں فوراً اسے اتارا اور فروخت کر کے وہ رقم محتاجوں میں تقسیم کر دی اور آئندہ زندگی بھر کسی قسم کا ہار نہ پہنا۔[2]

کاش! ہماری مسلمان بہنیں جو تنگدستی میں اپنے شوہروں کو زیور بنوانے پر مجبور کرتی ہیں۔ اور اپنی حالت پر غور نہیں کرتیں وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے طریق و عمل کو سامنے رکھیں اور ان کی راہ پر چلیں۔ کیونکہ جو لطف اور آرام سادگی میں ہے وہ تکلف میں نہیں۔

اسی طرح ایک بار سیدہ عالم رضی اللہ عنہا نے محبت میں آ کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو

---

[1] سنن أبي داود، اللباس، باب في اتخاذ الستور، حديث:4149. [2] سنن النسائي، الزينة، باب الكراهية للنساء في إظهار الحلي والذهب، حديث:5143.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چاندی کے کنگن پہنائے۔ جناب سرورکونین ﷺ کو پتہ چلا تو سخت ناراض ہوئے۔ اور اس وقت تک ان کے گھر جانا چھوڑ دیا جب تک دونوں صاحبزادوں کے کنگن اتار نہ دیے گئے۔

جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''میں نہیں چاہتا کہ میرے اہل بیت اس قسم کی دنیاوی زیب و زینت میں مبتلا ہوں۔'' [1]

یہ کنگن بھی مسکینوں اور حاجت مندوں میں بانٹ دیے گئے۔ الغرض نبی ﷺ اپنے گھروں میں یا اپنی آل اولاد کے گھروں میں کوئی ایسی پر تکلف چیز دیکھتے تو ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے۔ اور جب تک وہ چیز گھر سے نکال نہ دی جاتی چین نہ پاتے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی اپنی بھی یہی حالت تھی کہ گھر میں کوئی ایسی چیز ہوتی تو سخت بے قرار ہوتے۔ اور جب وہ چیز خیرات کردی جاتی تو آپ ﷺ کو تسکین حاصل ہوتی۔ مطلب یہ کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ عزوجل اور اس کے رسول مقبول ﷺ نے ہر بات اور ہر معاملہ میں سادگی و بے تکلفی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ اس لیے کہ وہ دنیا اور اس کی زیب و زینت اور اس کی چمکدار اور جاذب نظر چیزوں سے محبت لگا کر اسی کے نہ ہو جائیں۔ اور دنیوی عشق و محبت کہیں انہیں یاد الٰہی سے غافل نہ کردے۔ اسی لیے تو مردوں کو سونا اور ریشم پہننے کی ممانعت ہے۔ [2] کیونکہ اس سے دل میں کبر و غرور پیدا ہوتا ہے۔ جو انسانوں کا خاصہ نہیں بلکہ شیطان کی خصلت ہے۔

تکبر عزازیل را خوار کرد
بہ زندان لعنت گرفتار کرد

[1] سنن أبي داود، الترجل، باب في الانتفاع بالعاج، حديث:4213. [2] صحيح البخاري، الاشربة باب آنية الفضة، حديث:5633، و صحيح مسلم، اللباس و الزينة، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة الخ، حديث:2066.

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہل اسلام عورتوں اور مردوں کو چاہیے کہ وہ حضور ﷺ کی تعلیمات کو سامنے رکھیں۔ آپ ﷺ کے فرمودات پر چلیں۔ آپ ﷺ کے قدم پر قدم رکھیں۔ آپ ﷺ کے اہل بیت، آل اولاد کے طریق وعمل کو اختیار کریں۔ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کے حالات پڑھیں اور پکے اور سچے مسلمان بن کر رب ذوالجلال اوراس کے برحق نبی ﷺ کی خوشنودی کا باعث بنیں۔

تکلف ہی وہ بری عادت ہے جس سے انسان گونا گوں مصائب ومشکلات میں مبتلا ہوتا ہے۔فضول خرچ بنتا ہے۔مغرور وسرکش ہوجاتا ہے۔آمدنی سے زیادہ خرچ کرتا ہے۔آرام طلب اورتن آسان بن جاتا ہے۔مقروض اور تنگ حال ہوکر پریشان اور چڑچڑا بن جاتا ہے۔ اورانجام کار کاہل اورنکما بن جاتا ہے۔مگراس کے برعکس جو شخص بے تکلف اورسادہ ہے۔ ہلکی غذا کھاتا، موٹا جھوٹا پہنتا اور آرائش وزیبائش سے دور رہتا ہے انجام کار وہ بہت آرام پاتا ہے۔اس کی زندگی راحت اورسکون سے گزرتی ہے۔ وہ ایسی زندگی بسر کرتا ہے جس سے رب ذوالجلال ورسول مقبول ﷺ کو خوش رکھتا ہے۔جس کی بنا پر اسے کبھی کمی نہیں آتی۔ وہ عموماً خوش بخوش اور شاد کام رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل ہماری بہنوں، بھائیوں کو سیدھا راستہ دکھائے اور خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے نقش قدم پر چلائے۔آمین۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زہد و عبادت

معبود حقیقی کی عبادت اسلام کی روح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو محض اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور انسان کی زندگی کا دارومدار اسی بندگی پر رکھا ہے۔ اسی لیے قرآن کریم میں سینکڑوں بار اس حکم کا اعادہ کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو۔ نمازیں پڑھو اور اسی کو مقصد حیات بناؤ۔

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

رسول اللہ ﷺ کی عبادت کا یہ حال تھا کہ جب نماز ذکر و اذکار میں مشغول ہوتے، تو دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے۔ یہاں تک کہ اپنے تن من کا بھی ہوش نہ رہتا اور اپنے بیگانے تمام علائق سے تعلق چھوٹ جاتا، اصطلاح دین میں اسی کو خشوع و خضوع کہا جاتا ہے۔

حضور ﷺ بعض دفعہ نماز کو اتنا لمبا کرتے کہ کھڑے کھڑے پاؤں سوج جاتے، پنڈلیاں متورم ہو جاتیں۔ [1] مگر وہاں تو ذات حق سے یارانہ تھا، اسی سے لو لگی تھی، اس کا عشق روئیں روئیں اور رگ رگ میں جلوہ فرما تھا۔ تن بدن کی شدھ بدھ کیسے رہتی اور تھکاوٹ کیوں ہوتی؟

جناب رسالت مآب ﷺ نے اپنی اولاد اور اصحاب رضی اللہ عنہم کو بھی اسی قسم کی عبادت

[1] صحيح البخاري، التهجد، باب قيام النبي ﷺ الليل، حديث: 1130.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکھائی تھی، اور یہ آنحضرت ﷺ ہی کی تعلیم تھی کہ حضور رسول مقبول ﷺ کے اقرباء بھی ایسی عبادت میں محو ومنہمک ہو گئے، جو بندہ و مولا کے درمیان سے دوئی کا پردہ اٹھا دیتی ہے اور اس خاک کے پتلے کو مالک حقیقی سے جا ملاتی ہے۔ اس کا ایک ادنی سا نمونہ یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کسی جہاد میں زخمی ہو گئے۔ دشمن کا تیر جو پاؤں کی ایڑی میں لگا تو اس کی انی وہیں ٹوٹ کر رہ گئی۔ پاؤں سوج کر فیل (ہاتھی) کے مشابہ ہو گیا۔ ذرا کوئی ہاتھ بھی لگاتا تو شیر خدا کو غش آ جاتا، آخر جراح کو بلایا گیا کہ کسی طرح چیر پھاڑ کر تیر کی نوک نکالے اور علی رضی اللہ عنہ اس مصیبت سے نجات پائیں۔ جس وقت جراح کی شکل انہوں نے دیکھی بے ہوش ہو گئے پسینہ چھوٹ گیا اور لگے غشی کے دورے پڑنے۔ آپ کے ایک راز دار کو اطلاع ہوئی کہ علی کرم اللہ وجہہ کی یہ حالت ہے اور جراح کے تصور ہی سے دل ڈوب رہا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کیوں علی رضی اللہ عنہ کو تکلیف دیتے ہو؟ ان کا تو علاج ہی آسان ہے۔ جب وہ نماز پڑھتے ہوئے سجدہ میں جائیں تو جراح زنبور سے تیر کی نوک کھینچ لے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سجدہ میں گئے تو زنبور سے نوک کھینچ لی گئی اور انہیں کچھ معلوم نہ ہوا۔ نماز سے فارغ ہوئے تو مصلیٰ کو خون میں لت پت پایا۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے مبارک دی کہ تیر کی نوک نکال لی گئی۔ شیر خدا نے فرمایا: مجھے تو خبر بھی نہیں ہوئی کہ آپ لوگوں نے کیا کیا ہے۔

یہ تھیں وہ نمازیں اور وہ عبادتیں جو انسان کو دربار الٰہی سے مراتب ومناصب دلاتیں اور اس کے نام کو سر بلند وسرفراز کرتیں۔

جناب رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب رات کو نماز کے لیے اٹھتے تو سب سے پہلے اپنے گھر والوں کو جگاتے۔ بیٹی کے گھر جاتے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا و علی رضی اللہ عنہ کو اٹھاتے انہیں نماز کے لیے تیار کرتے۔ جس طرح چوکیدار پہرہ دیتے ہیں کہ ”جاگتے رہو۔ جاگتے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

رہو۔" اسی طرح حضور ﷺ بھی باآواز بلند کہتے:

"اَلصَّلٰوۃَ، اَلصَّلٰوۃَ."

اور آیت تطہیر تلاوت فرماتے:

﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا﴾ ❶

جس کا مطلب یہ ہے کہ اے رسول اللہ ﷺ کے گھر والو! اس کی بیوی، بیٹیو، بھائیو، اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی گندگی و آلودگی دور کردے اور تمہیں ہر گناہ سے پاک صاف کردے۔ ❷

حضور ﷺ یہ آیت اس لیے پڑھتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا اللہ کے ذکر و عبادت سے غافل نہ ہو جائیں کہیں شیطان کے ہتھے چڑھ کر دن چڑھے تک سوتے ہی نہ رہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی جو تطہیر فرمائی ہے وہ متاثر نہ ہو جائے۔ علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی آواز سنتے تو فوراً اٹھ بیٹھتے اور نماز کی تیاری کرتے۔

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ رات کے وقت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور میاں بیوی (علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا) سے پوچھا۔ کیا تم تہجد نہیں پڑھا کرتے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت عالم شباب میں تھے۔ کہنے لگے۔ جناب! ہماری جانیں تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ جب وہ اٹھانا چاہے گا، اٹھا دے گا۔ حضور ﷺ اس جواب سے سخت ناراض ہوئے اور یہ آیت پڑھتے اور ران پر ہاتھ مارتے ہوئے لوٹ آئے کہ

﴿وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا﴾ ❸

❶ الاحزاب 33:33۔ ❷ المستدرك للحاكم:3/172، حديث:4748، وكنز العمال:13/620.
❸ الكهف 18:54۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''انسان بہت سی باتوں میں جھگڑالو واقع ہوا ہے۔''[1]

یعنی جب اسے کوئی نیک کام بتایا جاتا ہے یا کوئی اچھی نصیحت کی جاتی ہے تو اس میں کئی قسم کے رخنے نکالتا اور پھسپھسی دلیلیں دیتا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں نیکی اور بدی کو پہچاننے اور گناہ و ثواب میں تمیز کرنے کا اختیار دیا ہے، عقل دی ہے، شعور بخشا ہے، تو پھر یہ کہنا کہ وہ جگائے گا تو نماز پڑھ لیں گے نہ جگائے گا تو نہ پڑھیں گے، کیسی غیر معقول بات ہے۔ اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ اگر ہمیشہ جاگ نہ آئے تو پھر نماز ہی نہ پڑھی جائے۔ اور تارکین صلوٰۃ میں نام لکھوایا جائے۔

حالانکہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ شب زندہ دار اور تہجد گزار تھے۔ مگر ان کی ذرا سی غفلت پر اور پھر ان کے مہمل سے جواب پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے اور ان کی یہ ادنی سی تغافل کیشی ایک لمحہ بھی گوارا نہ کر سکے۔ جو لوگ نماز تہجد کو التزام سے نہیں پڑھتے اور اسے ایک اضافی یا اختیاری نماز سمجھتے ہیں کہ جی چاہا تو پڑھ لی نہ جی چاہا تو نہ پڑھی۔ وہ اس واقعہ سے نصیحت حاصل کریں اور غور فرمائیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز کے لیے باوجود نفل ہونے کے کس قدر اہتمام فرماتے تھے۔ اور نہ صرف خود اس کے لیے اٹھتے بلکہ اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کو بھی جگاتے۔ نماز تہجد پر توجہ دلاتے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰٓ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾

''اور رات کے وقت تو اس میں تہجد پڑھیے، یہ زائد عمل ہے آپ کے لیے، قریب ہے کہ آپ کا رب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود پر فائز کر دے۔''[2]

---

[1] صحيح البخاري، التهجد، باب تحريض النبي على قيام الليل والنوافل...، حديث: 1127، 7347، 7465۔ [2] بنی اسرائیل 17: 79۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گویا وہی لوگ سب سے اچھے اور سب سے اعلیٰ مقام پر پہنچ سکتے ہیں جو تہجد کے نفل پڑھتے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن آہ! مسلمان آج کل تو نماز پنجگانہ ہی کے پابند نظر نہیں آتے۔ تہجد کون پڑھتا ہے؟ اور ان نفلوں کے ذریعے کون اللہ سے عزت وعظمت پانے کی کوشش کرتا ہے؟

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا گھر کے کام کاج میں اس قدر مصروف رہتی تھیں کہ دم بھر فرصت نہ ملتی تھی مگر اس حالت میں بھی وہ نہ صرف پانچوں وقت نماز ادا کرتیں بلکہ تہجد بھی پڑھتیں۔ وردو وظیفے بھی کرتیں۔ ذکر وفکر میں بھی مشغول رہتیں۔ تلاوت قرآن پاک بھی فرماتیں اور گھر کے سب کام سرانجام دیتیں۔ پھر پُرخشوع دعاؤں پُرخضوع نوافل سے تو انہیں خاص شغف تھا۔ پہروں بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اٹھائے یا سجدہ کئے گڑگڑا کر دعائیں مانگتیں۔ نہ صرف اپنے لیے بلکہ امت کے سب مردوں اور سب عورتوں کے لیے! حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ والدہ محترمہ صبح صادق تک مصروف عبادت رہتیں اور لمبی لمبی دعائیں مانگتیں۔ میں نے سن رکھا تھا کہ وہ مومنین اور مؤمنات کے لیے تو کثرت سے بڑی بڑی طویل دعائیں مانگتی ہیں۔ مگر اپنے لیے کچھ طلب نہ کرتیں۔ ایک روز میں نے پوچھا: امی جان! یہ کیا؟ کہ آپ دوسروں کے لیے تو بہت دعائیں کرتی ہیں مگر اپنے لیے کچھ نہیں مانگتیں؟ ارشاد ہوا: جان من! پہلے ہمسایوں اور حاجت مندوں کا حق ہے اس کے بعد اپنے لیے طلب کرنا چاہیے۔ اللہ اکبر! کیا شان زہد ہے کہ شہنشاہ ارض وسماء کے دربار میں مقام قرب حاصل ہے۔ مگر اپنی ذات کے لیے کچھ طلب نہیں کیا جاتا۔ اور دوسروں ہی کے لیے ہاتھ پھیلائے جاتے ہیں۔ آج تو کسی سے کہا جائے کہ بھائی! ذرا میرے لیے بھی دعا کرنا۔ بہن! ذرا میرے لیے بھی ہاتھ اٹھانا تو جواب ملتا ہے نہ جی۔ ہماری اپنی ہی حاجتیں پوری نہیں ہوتیں، تمہیں کیا کریں؟ اور زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ وعدہ پر ٹال دیا جاتا ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اچھا صاحب! یاد رہا تو دعا کریں گے۔ اور وہاں یہ حال کہ بے طلب اور بلا درخواست اہل اسلام کے لیے خود بخود دعائیں کی جارہی ہیں۔

پھر غور کیجیے! کہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی تو اولاد والی ہی تھیں۔ وہ بچوں کو پالتی بھی تھیں ان کو کھلاتی اور بہلاتی بھی تھیں۔ اور اس کے ساتھ نماز وعبادت میں بھی فرق نہ آنے دیتی تھیں۔ بچہ روتا ہے تو گود میں لے کر ہی نماز پڑھ لی ہے۔ بیمار ہے تو نماز پڑھتے وقت مصلی ہی پر پاس لٹا لیا ہے مگر نماز کا وقت فوت نہیں ہونے دیا۔ اور یوں بھی تو آپ نے جس خالق و مالک سے لو لگا رکھی تھی اس سے بڑھ کر نہ انہیں اولاد پیاری تھی، نہ خاوند محبوب تھا۔ نہ گھر، نہ کام نہ کوئی اور شے۔ پھر استاد بھی تو وہی گرامی منزلت والد تھا جو بچوں کو آغوش مبارک میں لے کر نماز پڑھ لیتا تھا۔ سجدہ کی حالت میں بچے اس کے کندھوں پر سوار ہو جاتے یا جائے نماز پر سامنے آ بیٹھتے تو وہ انہیں کچھ نہ کہتا۔ اور یہی کرتا کہ قراءت، رکوع یا سجدہ کو ذرا لمبا کر دیتا۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے بھی یہی طریقہ سیکھ رکھا تھا کہ بچوں کو بھی خوش رکھا جاتا اور عبادت الٰہی کا فرض بھی ادا ہوتا رہتا۔

ہمارے یہاں بہانہ سازی سے بہت کام لیا جاتا ہے۔ کام میں لگے ہیں، اور نماز کا وقت ہو گیا ہے، تو پہلے سے ہی پروگرام بنا رکھا ہے کہ قضا ہو جائے گی، تو اکٹھی پڑھ لیں گے۔ اور اسی لیے دیدہ و دانستہ قضا کر دی جاتی ہے۔ ذرا منٹ دو کا آگا پیچھا ہو گیا، تو فوراً کہہ دیا اب تو وقت تنگ ہو گیا ہے وضوء کرتے اور نیت باندھتے دیر ہو جائے گی۔ اب تو جمع ہی کر لیں گے۔ جمع بھی نہ کر سکے تو رات کو اکٹھی ہی پڑھ لیں گے کوئی پوچھے، بندۂ خدا! جتنا وقت سوچنے اور گمراہ کن خیالوں میں گزرا ہے اتنے وقت میں تو ساری نماز پڑھی جا سکتی تھی۔ مگر کسی نے سچ کہا ہے۔ خوئے بدرا بہانہ بسیار۔ عادت بری ہو تو بہانے بہت۔

عورتوں کو ترک نماز کی اور بھی زیادہ بدعادت ہوتی ہے۔ اور ان کے بہانے کچھ یوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سننے میں آتے ہیں کہ بچہ رو رہا تھا اس لیے نماز نہیں پڑھی۔ چولھے پر ہنڈیا جلنے لگی تھی اس لیے نماز قضا ہوگئی۔ کپڑے پلید ہو گئے تھے، ننھے نے پیشاب کر دیا تھا، اس لیے نماز نہ پڑھ سکی۔

بھلی مانس! بچہ رونے لگا تھا تو اسے گود میں لے کر پڑھ لیتی۔ اور ہنڈیا تو پک رہی تھی چولھے پر۔ ذرا سا پانی ڈالتی اور اسے پکنے دیتی۔ اور کپڑے ناپاک ہو گئے تو اسی وقت دھوئے جاسکتے تھے۔ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کی اولاد کو پاخانہ پیشاب سے معافی نہیں ملی تھی۔ اس کے کپڑے بھی ناپاک ہو ہی جاتے ہوں گے مگر وہ تھی اللہ کی بندی۔ فوراً دھودھا کر صاف کرلیتی کہ اللہ کا فرض سر پر کھڑا نظر آتا تھا۔ لیکن شیطان کی بندیاں بہانے تراشنے کے سوا اور جانتی ہی کیا ہیں؟ وہ چونکہ (نعوذ باللہ) فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ تمیز والی، زیادہ پرہیز گار اور زیادہ محتاط ہیں، اس لیے ناپاک کپڑوں کو جلدی پاک نہیں کرسکتیں۔

آہ! کون اللہ کی بندی ہے جو آج سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نقش قدم پر چلتی ہے؟ اور ان کی سی عبادت کر کے دربارِ الٰہی میں مقبول ہوتی ہے۔ اللہ ہی ہے جو ہماری بہنوں اور بیٹیوں کو سمجھ عطا فرمائے اور انہیں گناہوں سے بچائے۔ بہرحال ہماری بہنوں، بیٹیوں کو نماز روزہ ذکر و فکر غرض ہر قسم کی عبادت میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے اسوہ و نمونہ کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ آپ کی روش اور پاکیزہ طریقے کو اپنا کر دونوں جہانوں کی سعادتیں حاصل کی جاسکتی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خیرات وسخاوت

خالق اکبر جل شانہ نے اپنے بندوں میں کئی قسم کے اعلیٰ جوہر ودیعت فرما رکھے ہیں کسی میں تقوی اور پرہیز گاری بہت زیادہ ہے۔ کوئی زہد و عبادت میں بڑا ہوا ہے۔ کوئی مجاہدہ و ریاضت میں سب سے پیش پیش ہے اور کوئی صدق و صفا میں سب سے آگے نظر آتا ہے۔ اسی طرح جود و سخا بھی ایک بلند پایہ صفت ہے اور بعض لوگ خیرات و صدقات سے ہی سربلندی اور سرفرازی پاتے ہیں۔

لیکن اسلام نے ایسی عدیم المثال ہستیاں بھی پیدا کی ہیں جو زاہد و عابد بھی تھیں اور تقویٰ و طہارت میں سب سے آگے تھیں۔ ریاضت و تورع میں بھی بے نظیر تھیں، صدق و صفا میں بھی بے مثل تھیں اور سخاوت و جودت میں بھی لاجواب تھیں۔ ذرا پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات و بابرکات ہی کو دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو جہاں تمام محمود و اعلیٰ صفات تفویض فرمائی تھیں وہاں آپ کو بے حد سخی اور فیاض بنا دیا تھا۔ آپ مال و دولت اور زر و جواہر کو بے دریغ اللہ کی راہ میں لٹانے میں اپنا کوئی ثانی نہ رکھتے تھے اور لاکھوں حاتم آپ کی ایک سخاوت پر قربان کیے جاسکتے تھے۔ پھر عام سخی ایسے ہوتے ہیں کہ خود بھی کھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی کھلاتے ہیں۔ خود بھی پہنتے ہیں دوسروں کو بھی پہناتے ہیں۔ اپنی ضرورتیں بھی پوری کرتے ہیں اور محتاجوں اور ضرورت مندوں کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ مگر حضور نبی کریم ﷺ کی سخاوت ان سب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے نرالی اور سب سے عجیب تھی۔ کبھی سیم و طلاء کے انبار لگے ہیں۔ کبھی زر و جواہر کے فلک بوس ڈھیر دیکھنے والوں کی آنکھیں پھاڑ رہے ہیں۔ لیکن حضور ﷺ کی شان استغنا کا عالم یہ ہے کہ ان کو چھوئے بغیر تقسیم کر دیا جاتا ہے اور اپنے لیے ایک رتی بھر چیز نہیں رکھی جاتی۔ اور اسی لیے زندگی فقر و فاقہ میں کٹتی تھی۔

حضور ﷺ کی دختر نیک اختر میں بھی جو اپنے والد معظم ﷺ کا عکس و آئینہ تھی، یہ تمام عادات وصفات موجود تھیں۔ وہ زاہدہ و عابدہ بھی تھیں۔ طاہرہ و متقیہ بھی تھیں۔ زکیہ و راضیہ بھی تھیں، صدیقہ وصفیہ بھی تھیں، اور دست کرم بھی بڑا وسیع رکھتی تھیں۔ یہ تو معلوم ہے نا کہ ان کے گھر میں افلاس تھا، ناداری تھی، تنگدستی تھی مگر تھی اسی وجہ سے کہ کوئی سوال کرتا تو خالی نہ جاتا کسی نے کچھ مانگا تو جو کچھ گھر میں ہوا سب دے دیا۔ کسی نے ایک روٹی مانگی تو ساری چنگیر اس کے حوالے کر دی۔ کسی نے ایک کپڑا مانگا تو ساری پوشاک ہی اس کو بخش دی۔ خود گرسنہ رہنا قبول کر لیا، مگر یہ منظور نہیں کہ سوالی آئے اور خالی چلا جائے، خود محتاج تھیں مگر محتاجوں کو دیتی تھیں۔ خود نادار تھیں مگر دوسروں کی ناداری دیکھ نہ سکتی تھیں۔ خود فاقے کھینچتی تھیں مگر کسی کی بھوک برداشت نہ کرتی تھیں۔ اللہ غنی! کس قدر جذبۂ ایثار تھا کہ اپنے پیٹ پر پتھر بندھے ہیں اور دوسروں کا شکم پُر کیا جا رہا ہے۔ اپنا لباس پھٹا پرانا ہے مگر دوسروں کو حریر و اطلس کی پوشاکیں دی جا رہی ہیں اور یہ بات اسی میں پیدا ہو سکتی ہے، جس نے علائق دنیا کی محبت چھوڑ کر خالق کائنات سے دل لگا یا ہو اور اس کی رضا کی ہر دم تلاش ہو۔

درحقیقت یہ نبی ﷺ کی تعلیم و تربیت ہی کی برکت تھی کہ حضور ﷺ کی اولاد اور آپ کے یاران کرام دنیوی عیش وعشرت سے بے نیاز ہو کر عشق الٰہی میں محو ہو گئے۔ حضور ﷺ اپنی بیٹی کے گھر کوئی قیمتی یا زائد چیز دیکھتے تو سخت ناراض ہوتے اور جب تک وہ چیز صدقہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ کر دی جاتی آپ ﷺ خوش نہ ہوتے۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی اور ولی تو تھے ہی قسمت کے بیٹے، ان کے تو نصیب میں ہی کوئی چیز نہ تھی۔ وہ دیکھیں کہ ان بزرگوں کے قدموں میں تو دولت کھیلتی تھی، سیم وزر کے عرش پیما انبار ان کے پاؤں میں ہوتے تھے۔ مگر وہ اللہ کے بندے تو آنکھ اٹھا کر بھی اس کی طرف نہ دیکھتے تھے اور سب کچھ راہ خدا میں لٹا دیتے تھے۔ اگر وہ بھی محب دنیا ہوتے، جہان فانی سے لگاؤ رکھتے، تو سونے اور چاندی کے محل بنا سکتے تھے۔

ایک بوڑھی عورت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: اے بنت رسول ﷺ! تین روز سے بھوکی ہوں، کچھ کھانے کو دیجیے۔ بتول رضی اللہ عنہا مسکرا کر بولیں۔ اماں! تو تین روز سے بھوکی ہے تو میں نے سات روز سے روٹی کی شکل نہیں دیکھی ابھی ابھی کہیں سے چار مٹھی آٹا آیا ہے۔ ٹھہریے! میں روٹی پکا دیتی ہوں۔ یہ کہہ کر فاطمہ انھیں سارا آٹا گوندھا۔ روٹیاں پکائیں اور اس بڑھیا کو یہ کہتے ہوئے دے دیں: اماں! معاف کرنا۔ میں زیادہ نہیں دے سکی۔ علی رضی اللہ عنہ مزدوری کرنے گئے ہیں۔ میں نے ان کے لیے کچھ حصہ رکھا ہے وہ شام کو آئیں گے آپ بھی آجانا اور جو میرا حصہ ہوگا وہ لے جانا۔

اللہ اکبر! یہ تھے اللہ کے محبوب لوگ کہ کئی روز سے بھوکے ہیں اور پھر بھی کہیں سے کچھ ملتا ہے تو دوسرے ہی بھوکوں کو دے دیا جاتا ہے اور اپنے پیٹ کی فکر نہیں کی جاتی اور آج؟...... آج تو کوئی بھوک سے سامنے تڑپ رہا ہو تو ہم اس کی طرف نگاہ بھی نہیں کرتے۔ کوئی ننگا ہو محتاج ہو، فاقہ زدہ ہو، مفلس اور نادار ہو پڑے بھاڑ میں۔ کہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ہماری اپنی ہی ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں، خیرات کہاں سے دیں؟ صدقہ کہاں سے کریں؟ یہاں کوئی فاطمہ رضی اللہ عنہا یا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے باپ تو نہیں ہیں کہ پیٹ کاٹ کر دے دیں گے۔ یہاں ہم ہیں جنہیں کسی کا احساس نہیں۔ کسی سے ہمدردی نہیں۔ ہم ان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرف نسبت تو بہت کرتے اوران کی بارگاہ عالیہ میں گلہائے عقیدت تو بہت پیش کرتے ہیں مگر عملاً ہمارا یہ حال ہے کہ کسی پر ترس نہیں کھا سکتے، کسی کو پھوٹی کوڑی نہیں دے سکتے۔ اور پھر بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ سادات کی محبت کا۔ پکے اور سچے مسلمان ہونے کا۔ اللہ ہماری حالت پر رحم کرے! اورہمیں سیرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فضیلت و منقبت

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ حضرت رسول مقبول ﷺ کا طریق محبت والفت بھی سب سے نرالا تھا۔ حضور ﷺ جس سے محبت کرتے، وہ یہی سمجھتا کہ جس قدر مجھ سے پیار کرتے ہیں کسی دوسرے سے نہیں کرتے۔

حضور رسول مقبول ﷺ کا یہی طریق و دستور اپنی اولاد اطہر سے بھی تھا۔ حضور ﷺ کی ہر بیٹی یہی خیال کرتی کہ ابا جان مجھے سب سے عزیز رکھتے ہیں۔ میں ہی ان کی سب سے بڑھ کر محبوب ہوں۔ اس دستور کے پیش نظر یہ سمجھنا ذرا مشکل ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی دختر ان فرخندہ اختر میں سے افضل کون تھی۔ اور فوقیت کسے حاصل تھی۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی سب سے بڑی بیٹی تھیں۔ ہجرت کے وقت ایک دشمن اسلام ہبار نے ان کو ایسا نیزہ مارا کہ ان کا حمل گر گیا اور اسی صدمہ سے وہ (بعد میں) وفات پا گئیں۔ ان کی رحلت پر حضور ﷺ نے فرمایا:

((هِيَ أَفْضَلُ بَنَاتِي أُصِيبَتْ فِيَّ)).

"وہ میری سب بیٹیوں سے افضل تھی اور میری خاطر وہ مصیبت میں مبتلا ہوئیں۔"[1]

یہاں زینب رضی اللہ عنہا کو فضیلت دی گئی ہے۔

[1] المستدرك للحاكم: 2/219، حديث: 2812.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محترمہ رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت رسول مقبول ﷺ کی دوسری بیٹی تھیں جب ان کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو ان کی نسبت مشہور ہو گیا کہ

((أَحْسَنُ زَوْجَيْنِ رَأَهُمَا اِنْسَانٌ رُقَيَّةُ وَزَوْجُهَا عُثْمَانُ)).

''انسانوں میں سب سے عمدہ اور اعلیٰ جوڑا جو دیکھا گیا ہے، وہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔'' [1]

حالانکہ آج کل مسلمان فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب سے اچھا جوڑا قرار دیتے ہیں اور انہیں کو افضل و برتر مانتے ہیں۔ مگر اس دور کے اہل عرب نے عثمان اور رقیہ رضی اللہ عنہما کے جوڑے کو افضل و اعلیٰ سمجھ رکھا تھا۔

حضرت رسول مقبول ﷺ کی ایک نواسی امامہ تھیں جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں۔ حضور ﷺ ان سے بہت پیار کرتے انہیں گود میں اٹھائے رکھتے اور گود ہی میں لے کر نماز پڑھ لیتے۔ ان کے متعلق حضور ﷺ فرمایا کرتے:

((أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَهْلِي)).

''یہ اہل بیت میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔'' [2]

لیجیے! یہاں حضور ﷺ کی سب بیٹیاں بھی پیچھے رہ گئیں۔ اور اپنی نواسی کو سب پر فضیلت دے دی کہ اس سے زیادہ مجھے کوئی بھی پیارا نہیں ہے۔

اس سے عام لوگ مشکل میں پھنس جاتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے اپنی دوسری بیٹیوں اور نواسے نواسیوں کو بھی سب سے افضل اور سب سے محبوب سمجھا ہے، تو ہم کس کو کس پر فضیلت و فوقیت دیں۔ کس کا رتبہ نسبتاً کم سمجھیں کس کو زیادہ بلند مرتبہ جانیں،

[1] الإصابة في تمييز الصحابة: 698/7. [2] مسند احمد میں یہ الفاظ تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ ہیں اور وہ اس طرح ہیں۔ (أَحَبُّ أَهْلِي إِلَيَّ) دیکھیے: مسند أحمد: 261،101/6 (یہ روایت ضعیف ہے)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کی دوسری بہنوں کو یا ان کی اولاد کو۔ اس سلسلے میں بہت سے علماء نے دماغ سوزی کی اور خامہ فرسائی فرمائی اور اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ اس عہد مبارک کی بلند صفت خواتین مثلاً حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تقابل کیا۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو افضل کہا۔ علامہ آلوسی اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بلا حجت سب سے افضل قرار دیا ہے۔

مگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو یہ عقدہ آسانی سے حل ہوسکتا ہے، وہ اس طرح کہ اسلام میں افضلیت کا معیار ہی جداگانہ ہے، اللہ تعالیٰ نے کسی کی فضیلت کو پرکھنے کے لیے ایک آئین بنا رکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ

﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ﴾

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل واعلیٰ وہی ہے جو تقویٰ اور پرہیزگاری میں سب پر فائق ہے۔''[1]

اور اس کے ہر حکم پر سر جھکاتا ہے۔

نبی بھی اسی کو سب سے بہتر و برتر سمجھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا مطیع، صالح ونیکوکار اور تقویٰ وطہارت میں بڑھ چڑھ کر ہے۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون میں یہی باتیں کسی کے محبوب وعزیز ہونے کا موجب ہیں۔ جن لوگوں نے اس قانون کی پابندی کی ہے وہ سب اللہ اور نبی کے پیارے ہیں اور افضل واعلیٰ ہیں چاہے وہ کم ہوں یا زیادہ۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دربار الٰہی اور بارگاہ نبوی سے فضیلت کی جو سندیں ملیں وہ بھی اسی آئین کے مطابق تھیں کہ وہ اعمال صالح کی سرمایہ دار تھیں۔ اللہ اور نبی کے ہر حکم پر چلتی

[1] الحجرات 49:13.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھیں۔ قرآن و سنت سے عشق رکھتی تھیں، متقی اور پرہیز گار تھیں۔ زاہدہ و عابدہ تھیں اور ہر عمل ہر کام میں اپنے والد محترم ﷺ کی پیروی کرتی تھیں۔ ٹھیک اسی طرح جیسی ان کی دوسری تینوں بہنوں نے کی تھی۔

فرق یہ تھا کہ سیدہ زینب، رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن کی تعلیم و تربیت میں ان کی والدہ ماجدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بڑا ہاتھ تھا۔ لیکن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چونکہ شیر خوارگی ہی میں آغوش مادر سے محروم ہو گئی تھیں اسی لیے ان کی تمام تعلیم و تربیت رسول اللہ ﷺ ہی نے فرمائی اور انہیں دین کے قانون پڑھائے۔ اسلام کے آئین سکھائے، شریعت کے گر بتائے اور ان سب امور میں انہیں ماہر کامل بنا دیا جن کی بدولت انہوں نے خواتین عالم کا سردار بننا تھا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کی انتہائی محبت ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ کی دوسری بیٹیاں ایک ایک کر کے جنت کو سدھار گئیں اور آنحضرت ﷺ کی اولاد میں سے صرف فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی زندہ رہ گئی تھیں۔ علاوہ بریں فاطمہ رضی اللہ عنہا چونکہ سب سے چھوٹی تھیں اور کم سنی ہی میں حضور ﷺ کی نگرانی و تربیت میں رہنے لگی تھیں اس لیے بھی بہت عزیز تھیں۔ اور یوں بھی قاعدہ ہے کہ جس شاگرد کو خاص توجہ سے تعلیم دی گئی ہو اور ہر وقت اپنے پاس رکھا ہو اس سے زیادہ محبت ہو جاتی ہے۔ یہی اسباب تھے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے ورنہ سیدہ کی دوسری ہمشیرگان عالی مقام بھی درجہ و فضیلت میں کچھ کم نہ تھیں۔ سرکار دو عالم ﷺ ان سے بھی بہت محبت رکھتے تھے۔

ہاں! یہ نبی ﷺ سے تربیت پانے ہی کا نتیجہ تھا کہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کو جیتے جی بہشت کی بشارت مل گئی اور وہ جنت کی وارث بن گئیں۔

یہ اسی پاک تعلیم کا اثر تھا کہ حضور نے فاطمہ کو سیدۃ نساء العالمین کا خطاب دیا۔ اور فرمایا کہ "یہ میری بیٹی تمام دنیا بلکہ سب جہانوں کی عورتوں کی سردار ہے۔"

www.KitaboSunnat.com
" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی مقدس تعلیم کی بدولت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو

((سَيِّدَةُ نِسَاءِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَوْ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ)). ❶

''اس امت کی عورتوں کی سردار یا اہل جنت کی عورتوں کی سردار۔''

کی سند عطا کی گئی۔ اور کہا گیا کہ یہ جنتی عورتوں کی سردار و فرمانروا ہے۔

اسی اعلیٰ تربیت کے طفیل فاطمہ رضی اللہ عنہا کو

((فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي)). ❷

کا سرٹیفکیٹ ملا۔ اور سرکار دو جہاں نے فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جس نے اس کو غصے کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

یہ وہی بہترین تعلیم تھی جس نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے کہلوایا کہ

((فَإِنَّمَا بِنْتِي بَضْعَةٌ مِنِّي يُرِيبُنِي مَا أَرَابَهَا وَيُؤْذِينِي مَا آذَاهَا)).

''میری بیٹی فاطمہ میرے ہی بدن کا ٹکڑا ہے مجھ کو بھی وہی چیز بری لگتی ہے جو اس کو بری لگتی ہے مجھ کو بھی وہی چیز ایذا دیتی ہے جو اس کو تکلیف دیتی ہے۔'' ❸

ایک بار بتول محترمہ نے تنگدستی کی شکایت کی تو رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

((أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنَاتِ أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ)).

''اے فاطمہ! کیا تو اس بات سے خوش نہیں کہ تو دنیا کی عورتوں کی یا اس امت کی

❶ صحيح البخاري، المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، حديث:3624، 6285، 6286.
❷ صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي، باب مناقب فاطمة، حديث:3767. ❸ صحيح البخاري، النكاح، باب ذب الرجل عن ابنته في الغيرة والإنصاف، حديث:5230.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورتوں کی سردار ہے؟" ❶

حضور ﷺ نے فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو یہ خوشخبری بھی دی تھی کہ میں اور تم اور علی اور حسنین رضی اللہ عنہما قیامت کے روز ایک ہی مکان میں رہیں گے۔ ❷

ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود کسی کے کہنے پر ابوجہل کی لڑکی سے نکاح کرنے کا خیال ظاہر کیا۔ نبی ﷺ نے سنا تو فرمایا:

((إِنَّ فَاطِمَةَ مِنِّي وَإِنِّي أَتَخَوَّفُ أَنْ تُفْتَنَ فِي دِينِهَا وَإِنِّي لَسْتُ أُحَرِّمُ حَلَالًا وَلَا أُحِلُّ حَرَامًا وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللّٰهِ أَبَدًا)).

"فاطمہ رضی اللہ عنہا میری بیٹی ہے اور مجھ سے ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں (اس نکاح) سے اس کے دین میں فتنہ نہ پڑ جائے۔ میں ایسا نہیں ہوں کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کروں۔ لیکن اللہ کی قسم! پیغمبر کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک جگہ کبھی جمع نہ ہو سکیں گی۔" ❸

اس سے بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ واقعی درست ہے کہ ابوجہل کی بیٹی کو دختر رسول اللہ ﷺ سے کیا نسبت؟

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

سیدہ کی سوتیلی ماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی تعریف میں کہتی ہیں:

---

❶ صحیح البخاري، الإستئذان، باب من ناجى بين يدي الناس...، حديث:6285-6286.
❷ المستدرك للحاكم:147/3، حديث:4664، والمعجم الكبير للطبراني:405/22. ❸ صحيح البخاري، فضائل اصحاب النبي ﷺ، باب ذكر أصهار النبي...، حديث:3729، وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل فاطمه، حديث:2449.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَصْدَقَ لَهْجَةً مِنْهَا إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ الَّذِي وَلَدَهَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)).

''میں نے سچائی اور راست گوئی میں فاطمہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں پایا، البتہ ان کے والد بزرگوار ﷺ اس سے مستثنیٰ ہیں۔''[1]

کسی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ کون محبوب تھا؟ فرمایا: ''عورتوں میں فاطمہ اور مردوں میں شوہر فاطمہ یعنی علی رضی اللہ عنہ۔''[2] اس میں بھی سوتیلی ماؤں اور سوتیلی بیٹیوں کے لیے کئی قسم کے سبق پوشیدہ ہیں اور اس سے عائشہ و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے اعلیٰ تعلقات پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔ اور ان پر افترا باندھنے اور تبراء کرنے والے کوتاہ بیں لوگوں کا جھوٹ عیاں ہوتا ہے۔

یہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ہی تھی کہ جب وہ سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں آتیں تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے۔ ان کی پیشانی چومتے اور مرحبا مرحبا کہہ کر اپنی چادر پر بٹھا دیتے۔[3] اسی طرح جب حضور ﷺ سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے جاتے۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء کو دیکھ کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں۔

ان حالات سے صاف عیاں ہے کہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کو جو فضیلت ملی اعلیٰ تعلیم و تربیت اور نبوی اخلاق کی بدولت ملی۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنی منشائے مبارک سے انہیں سکھایا اور پڑھایا تھا۔ اس لیے حضور ﷺ ہی نے انہیں عزت و عظمت بخشی اور انہوں نے اللہ کے دربار میں بھی قبولیت پائی۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ محض کسی بڑے کی اولاد ہونا فخر و فضیلت کا باعث نہیں ہے جب

[1] المستدرك للحاكم:3/175، حديث:4756. [2] جامع الترمذي، المناقب، باب ماجاء في فضل فاطمة، حديث: 3874. [3] صحيح البخاري، المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، حديث:3623، وجامع الترمذي، المناقب، باب ماجاء في فضل فاطمة، حديث:3872.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تک اچھے عمل نہ کیے جائیں، اچھی عادتیں اور خصلتیں نہ پیدا کی جائیں۔ اونچے گھرانوں کے جو لوگ بے عمل اور نالائق ہونے کے باوجود ''پدرم سلطان بود'' کے نعرے لگاتے ہیں اور یہ جتاتے ہیں کہ ہم فلاں افسر، فلاں لیڈر یا فلاں بزرگ کی اولاد ہیں اور ہمارا سلسلہ فلاں حضرت سے ملتا ہے۔ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام نے کسی بڑے کی اولاد ہونے پر بزرگی وفضیلت کا معیار نہیں رکھا۔ اس کے ہاں جو کچھ ملتا ہے عمل اور سیرت وکردار کی وجہ سے ملتا ہے۔ اگر اعمال نیک ہیں، طبیعت میں صلاحیت ہے تو اسے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے ہاں فضیلت حاصل ہے۔ لیکن اگر کام گندے ہیں خصائل ناپاک ہیں تو اسے کوئی درجہ ومرتبہ نہیں مل سکتا۔ چاہے وہ کسی نبی کی اولاد سے ہو یا بادشاہ کی نسل سے۔ بہرکیف سیدہ محترمہ کی فوقیت وفضیلت بھی ہمیں نیکی کی ترغیب دیتی اور اعمال صالح پر مائل کرتی ہے اور ببانگ دہل پکارتی ہے کہ

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾

''تم میں اللہ کے ہاں زیادہ محترم ومکرم وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔''[1]

[1] الحجرات 49:13.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرقت رسول ﷺ

آخر قانون الٰہی کے مطابق وہ دن بھی آپہنچا کہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے والد اقدس اور کائنات کے سردار اس دارفنا کو چھوڑ کر بیٹی سے ہمیشہ کے لیے جدا ہوجائیں۔

حضور ﷺ حجۃ الوداع کے عظیم الشان اجتماع میں خطبہ ارشاد فرمانے کے پونے تین مہینے بعد، ماہ صفر کے آخری ہفتہ میں صاحب فراش ہوئے۔آپ ﷺ کو بخار کی تکلیف تھی۔سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حضور کی تمام ازواج مطہرات کے ساتھ والد محترم کی تیمارداری فرماتی رہیں۔ چونکہ حضور ﷺ حسب عادت بیماری کی حالت میں بھی روزانہ ہر بیوی کے گھر تشریف لے جاتے تھے اور اس سے آپ ﷺ کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔اس لیے بتول محترمہ رضی اللہ عنہا کو یہ گوارا نہ ہوا اور ان کے مشورہ سے ہی حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں قیام فرمایا۔

آخری روز حضور ﷺ کو بہت تکلیف ہوئی۔آپ کبھی ایک پاؤں پھیلاتے کبھی دوسرا پھیلاتے۔ایک دفعہ بے ہوشی سی ہوگئی۔تو فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے سینے سے چمٹ کر رونے لگیں۔اور آہیں بھرتے ہوئے کہنے لگیں، ہائے! میرے ابا جان کی تکلیف۔'' یعنی آپ کی تکلیف بیٹی سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔حضور ﷺ نے فرمایا: بیٹی! آج کے بعد تیرا باپ اس تکلیف سے نجات پا جائے گا۔[1] اب میرے سامنے وہ منزل ہے جس سے کسی نے چھٹکارا نہیں پایا۔اب تو میری تیری ملاقات قیامت کے روز ہی ہوگی۔بیٹی! جب

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب مرض النبي و وفاته، حديث:4462.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں اس دنیا سے اٹھ جاؤں تو رونا نہیں صرف اتنا کہنا: ((إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ)) کیونکہ اس سے انسان کو مصیبت سے تسکین ہوتی ہے۔ سیدہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ کو بھی اس سے تسلی ہوگی؟ فرمایا: ہاں! کیوں نہیں......

اس وصیت میں حضور ﷺ نے ایک صبر و تحمل کی تلقین فرمائی اور میت پر رونے چلانے، بین کرنے اور پیٹنے سے منع فرمایا۔ دوسرے یہ ظاہر فرمایا کہ جس طرح دوسرے انسانوں کو انا للہ پڑھنے سے تسکین و تسلی ہوتی ہے اسی طرح مجھے بھی ہوگی۔ کیونکہ میں بھی ایک بندہ اور بشر ہوں۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے انتقال کی خبر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو دے دی تھی۔ وہ اس طرح کہ ایک روز حضور ﷺ نے محترمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو قریب بلایا اور ان کے کان میں کچھ فرمایا۔ وہ رونے لگیں پھر بلایا اور کان میں کچھ فرمایا تو وہ ہنسنے لگیں۔

حضور ﷺ کے انتقال کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ بتول رضی اللہ عنہا سے رونے اور ہنسنے کی وجہ پوچھی، تو انہوں نے کہا پہلی دفعہ آنحضور ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ میں اس مرض سے فوت ہو جاؤں گا۔ یہ سن کر میں رونے لگی تھی۔ دوسری مرتبہ فرمایا تھا کہ خاندان کے سب آدمیوں میں سے تو ہی مجھے پہلے ملے گی۔ اس پر میں خوش ہوگئی۔[1] اس سے بھی باپ بیٹی کی محبت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کس قدر تھی۔

جناب پیغمبر ﷺ 12 ربیع الاول 11ھ کو سوموار کے دن اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لیے یہ صدمۂ عظیم اگرچہ ناقابل برداشت تھا۔ مگر انھوں نے دامن صبر کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ حضور ﷺ کی وصیت پر عمل کیا اور فرط غم سے کہا تو یہ کہ میرے والد بزرگوار نے اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہا اور پروردگار عالم نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔ اے والد محترم! آپ کا ٹھکانا جنت الفردوس میں ہے۔

[1] صحيح البخاري، المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، حديث:3623، 3624، و صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل فاطمة، حديث:2450.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ)).

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی فرقت پر کچھ شعر کہے ہیں۔ آپ کا ایک شعر ہے۔

يَا خَاتَمَ الرُّسُلِ! الْمُبَارَكِ صِنْوَةً!
صَلّٰى عَلَيْكَ مُنَزِّلُ الْقُرْاٰنِ!

''اے ختم المرسلین! اے بابرکت بیٹی کے باپ! آپ پر قرآن اتارنے والے رب کی طرف سے درود وسلام ہو آپ پر رحمت ہو۔''

اسی طرح ایک اور شعر ہے:

إِنَّا فَقَدْنَاكَ فَقْدَ الْأَرْضِ أَهْلَهَا
وَ غَابَ مُذْ غِبْتَ عَنَّا الْوَحْيُ وَالْكُتُبُ

''ہم آپ ﷺ سے یوں محروم ہوگئے جیسے بارش سے زمین محروم ہوجاتی ہے۔ جب سے آپ اوجھل ہوگئے ہیں آسمان سے وحی کا نزول اور کتابوں کا آنا بھی بند ہوگیا ہے۔''

بنت رسول ﷺ کے یہ اشعار حضور ﷺ کی ختم المرسلینی پر مہر توثیق وتصدیق لگا رہے ہیں اورصاف ظاہر کرتے ہیں کہ جناب خاتم النبیین کے بعد ہر قسم کی حقیقی، غیر حقیقی، تشریعی، غیر تشریعی، ظلی، بروزی، انعکاسی، تفویضی، توسلی نبوتوں کے دروازے بند ہیں، جو شخص حضور ﷺ کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب، مفتری اور خارج از اسلام ہوگا۔

حضور ﷺ کی رحلت کے بعد سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا جتنا عرصہ بھی زندہ رہیں کسی نے انہیں ہنستے یا مسکراتے نہیں دیکھا۔ اوروہ حضور نبی اکرم ﷺ کی جدائی میں ماہی بے آب کی طرح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تڑپتی رہیں۔ مگر نہ واویلا کیا، نہ پیٹیں، نہ یوم وفات منایا، نہ کوئی اور خلاف شرع کام کیا۔

یہ حالات ہمیں صبر وسکون اختیار کرنے، رضائے الٰہی پر سر جھکانے اور بزرگوں یا عزیزوں کی وفات کے صدمے برداشت کرنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور یہ بھی کہ حضور ﷺ نے جو وصیت اپنی بیٹی کو فرمائی تھی وہ سب مسلمانوں کے لیے لائق توجہ اور قابل عمل ہے۔ علاوہ بریں ان حالات سے حضور ﷺ کا خالص بشر اور خاتم النبیین ہونا ثابت ہوتا ہے۔ البتہ آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین عبد، کائنات کے افضل ترین اور کامل ترین بشر تھے اور بشر ایسے کہ ساری مخلوقات کے سردار تھے۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ایک ایک لفظ سے آپ کی بے پایاں فضیلت و رفعت اور آپ کے فراق کا انتہائی صدمہ اور غم آشکارا ہوتا ہے۔ مگر آپ حکم شرعی سے ذرہ بھر ادھر ادھر نہ ہوئیں۔ رضی اللہ عنہا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اولاد

دختران رسول ﷺ میں حضرت فاطمۃ الزہراؓ وہ خوش نصیب خاتون ہیں جن کی اولاد اطہار ''سادات'' کہلائی۔ اوران سے نبی کریم ﷺ کی نسل و ذریت کا نام زندہ و باقی رہا۔ حسنی، حسینی، فاطمی، علوی، یہ سب سادات کی ہی اقسام و خاندان ہیں، جو آج بھی اطراف عالم میں پھیلے ہوئے ہیں۔ سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کی اولاد کا تھوڑا ذکر کیا جاتا ہے۔

● حسن رضی اللہ عنہ

رمضان 3 ہجری میں پیدا ہوئے۔ رسول خدا ﷺ نے حسن نام رکھا۔ حضور ﷺ نے ساتویں دن ان کا عقیقہ کیا اور بال اتروا کر ان کے ہموزن چاندی خیرات فرمائی۔ حسن بن علیؓ شکل وصورت میں اپنے محترم نانا ﷺ کے مشابہ تھے۔ بڑے عالم، صابر، راضی برضا، عامل قرآن وسنت اور بڑے صلح جو تھے۔ آپ کو زہر دیا گیا جس سے شہادت واقع ہوگئی۔

((إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ)).

● حسین رضی اللہ عنہ

سیدنا حسنؓ سے ایک سال چھوٹے تھے۔ 4ھ میں ولادت ہوئی۔ ابوعبداللہ کنیت تھی۔ بڑے حسین وجمیل اور آنحضرت ﷺ کے ہمشکل تھے۔ 61ھ میں یزید کی فوجوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے لڑتے ہوئے میدان کربلا میں شہادت پائی۔

((إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ)).[1]

3 ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ

چونکہ یہ صاحبزادی اپنی خالہ محترمہ حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم صورت تھیں۔ اس لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی اسی نام سے موسوم کیا۔ یہ صاحبزادی حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیاہی گئیں۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ حسین رضی اللہ عنہ کے مشورے سے ان کا نکاح فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کیا۔ جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس داماد پر تبراء کرنے والے سوچیں کہ اس کی کتنی شان وعظمت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہلے اس کا صرف روحانی تعلق تھا اب نسبی تعلق بھی قائم ہوگیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی نواسی اس کی رفیقہ حیات بن گئیں۔ سیدہ ام کلثوم کی قبر مبارک دمشق میں ان کی بھتیجی بنت امام حسین کے پاس ہے۔

4 زینب رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ

یہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ ان کی شادی حضرت علی المرتضیٰ کے بھتیجے جناب عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ سیدہ زینب حادثہ کربلا میں اپنے برادر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ آخری دم تک رہیں۔ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور صبر کیا۔ آپ نے کوفہ میں ابن زیاد کے سامنے اور دمشق میں یزید کے سامنے ایسی جرأت مندانہ گفتگو فرمائی کہ یزیدیوں کا پسینہ چھوٹ گیا۔

---

[1] ہماری کتاب ''سیرت حسین رضی اللہ عنہ مع سانحہ کربلا'' کا مطالعہ فرمائیے۔ اس میں آپ کے مفصل حالات مع واقعہ تفصیل سے موجود ہیں۔ یہ اپنی طرز کی منفرد کتاب ہے۔ (فاروقی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ کو اپنے نواسے نواسیوں سے بے حد محبت تھی۔ حضور انہیں گود میں اٹھا کر لیے پھرتے۔ انہیں کندھے پر سوار کرتے۔ انہیں اٹھا کر نماز پڑھ لیتے۔ انہیں کھلاتے پلاتے اور بہلاتے اور ہر طرح ان کی خوشی کا خیال رکھتے۔ وہ نماز پڑھتے وقت حضور ﷺ کے سامنے آ بیٹھتے، پشت پر چڑھ جاتے مگر حضور ﷺ کچھ نہ کہتے۔ بلکہ انہیں دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے اور ان کے لیے دعا فرماتے۔

حضور ﷺ نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی نسبت فرمایا:

((هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا)).

''وہ دونوں تو دنیا میں میرے پھول ہیں۔''[1]

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهُمَا)).

''الٰہی! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں۔ تو بھی ان سے محبت رکھ اور جو شخص ان دونوں سے محبت رکھے۔ تو بھی اس سے محبت رکھ۔''[2]

پھر دونوں کی شان میں فرمایا:

((سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ)).

''یہ دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔''[3]

حضرت رسول مقبول ﷺ نے ان صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کی بھی اعلیٰ قدر مناسب تربیت فرمائی تھی۔ غور کیجیے، جن خوش نصیبوں کی ماں فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا باپ علی مرتضیٰ اور نانا

[1] جامع الترمذي، المناقب، باب مناقب أبي محمد الحسن بن علي بن أبي طالب...، حديث:3770.
[2] جامع الترمذي، المناقب، باب مناقب أبي محمد الحسن بن علي بن أبي طالب...، حديث:3769.
[3] جامع الترمذي، المناقب، باب مناقب أبي محمد الحسن بن علي بن أبي طالب...، حديث:3768.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سید المرسلین ہو وہ خلد بریں کے سردار نہ بنیں تو کیوں نہ بنیں؟ ان تینوں عظیم ہستیوں نے ان کو تعلیم دین سے بہرہ مند فرمایا اور اسی تربیت کی بدولت انہوں نے دین و دنیا میں عظیم ترین مرتبے اور منصب حاصل کیے۔

بعض لوگ اپنے بیٹے بیٹیوں سے تو محبت کرتے ہیں لیکن بیٹی کی اولاد سے محبت نہیں رکھتے۔ یہ حالات بتاتے ہیں کہ نواسے نواسیوں کو اپنی اولاد سے بھی عزیز رکھنا چاہیے۔ مناسب ہو تو ان کی تعلیم و تربیت کا بھی معقول انتظام کرنا چاہیے۔ یہ سنت رسول ﷺ ہے اور ہر مسلمان مرد و عورت کا فرض ہے کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے طریقوں پر چلے۔ اور بچوں سے شفقت و محبت سے پیش آئے اور ان کا خاص خیال رکھے۔ چاہے وہ بیٹے ہوں یا بیٹیاں، پوتے ہوں یا پوتیاں، نواسے ہوں یا نواسیاں، بھتیجے ہوں یا بھتیجیاں، بھانجے ہوں یا بھانجیاں۔

علاوہ بریں ان حالات سے ایک بار پھر ثابت ہو جاتا ہے کہ اعلیٰ درجہ کی دینی تعلیم و تربیت ہی انسان کامل بناتی اور اسے دین و دنیا میں مراتب و مناصب دلاتی ہے۔ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے ان کے طفیل بڑے بلند مرتبے پائے اور بارگاہِ الٰہی میں مقبول و منظور ہوئے، جو مسلمان دین کے معاملے میں بے توجہی اور غفلت سے کام لیتے ہیں اور محض دنیوی علوم و فنون کی تحصیل پر توجہ دیتے ہیں۔ وہ

((اَلدُّنْیَا جِیفَۃٌ وَطَالِبُھَا کِلَابٌ)).

کی زد میں آتے ہیں۔ اللہ کرے کہ ہمیں اور ہماری اولاد کو تعلیم دین کا شوق پیدا ہو اور ہم بھی اللہ کے رسول (ﷺ) کے دربار میں عزت حاصل کریں۔ آمین۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وفات

آئین الٰہی کے ماتحت قدرت کے نوشتے پورے ہو کر رہتے ہیں۔ اور انسان چاہے کس قدر بلند مرتبہ ہو آخر فانی ہے۔

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید
ز جامِ دہر مئے کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ

بتول بنت رسول اللہ (ﷺ) سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لیے بھی آخر وہ وقت آ پہنچا جو سب پر آتا رہا ہے اور آیا رہے گا۔ آپ اپنے والد محترم ﷺ کی جدائی کا صدمہ زیادہ دیر برداشت نہ کر سکیں۔ اور حضور اکرم ﷺ کے انتقال کے چھ ماہ بعد گرامی قدر والد کی پیشین گوئی کے مطابق ان سے جا ملیں۔

((إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ)).

آپ نے صرف تیس سال عمر پائی۔

سیدہ محترمہ اس قدر صاحب شرم وحیا خاتون تھیں کہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئیں تو ایک طرف بیماری کی تکلیف تھی لیکن دوسری طرف مرض سے بھی زیادہ یہ غم درپیش تھا کہ جنازہ اگر کھلا لے جایا گیا تو لوگ اسے دیکھیں گے اور یہ بات حیا داری سے بعید ہے پس سیدہ محترمہ نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا زوجہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بنت عمیس! آپ میری حالت دیکھتی ہیں لیکن کھلے جنازے میں تو حیا دار عورت کا پردہ ٹھیک نہیں رہتا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں اس سے بہت ہی نفرت کرتی ہوں۔ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا اپنے پہلے خاوند حضرت جعفر بن ابی طالب کے ہمراہ حبشہ میں رہ چکی تھیں۔ اور وہاں کے سب حالات سے واقف تھیں، کہنے لگیں۔ اے بنت رسول! حبشہ میں عورتوں کا جنازہ لے جانے کا ایک طریقہ میں دیکھ آئی ہوں۔ آپ فرمائیں تو اس کا نمونہ تیار کر کے دکھاؤں؟ سیدہ کی ایماء پا کر اسماء رضی اللہ عنہا نے کھجور کی شاخیں لے کر ان کے کنارے موڑ کر انہیں نصف دائرے کی طرح بنایا۔ اور ہر شاخ کے دونوں سرے چارپائی سے باندھ دیے۔ پھر ان پر کپڑا پھیلا دیا۔ اس سے ایک ڈولی پالکی کی شکل بن گئی۔ جو بہت باپردہ تھی۔ سیدہ نے اسے دیکھا تو مسرور ہوئیں اور تبسم فرمایا اور کہا کہ میرا جنازہ اسی طرح اٹھانا۔ اور خیال رکھنا کسی قسم کی بے پردگی نہ ہونے دینا۔ ❶

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت بھی فرمائی کہ مجھے رات کے وقت دفن کرنا تاکہ جنازہ پر کسی نامحرم کی نگاہ نہ پڑ سکے۔ چنانچہ ان دونوں وصیتوں پر عمل کیا گیا۔ یعنی انہیں آخر تک پردے میں رکھا گیا اور ان کی نماز جنازہ رات کے وقت پڑھائی گئی۔

سیدہ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی اس سلسلے میں تین نام لیے جاتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس اور ❷ ابوبکر رضی اللہ عنہ لیکن کنز العمال کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصرار پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ ❸ ''ریاض النضرۃ'' میں اس کی تائید ہوتی ہے۔ ❹ علامہ ابن سعد نے ''طبقات'' میں ایسے ہی لکھا ہے۔ ❺

اللہ اکبر! دختر اسلام کو پردہ کا کس قدر اہتمام تھا کہ وہ اپنے جنازوں کو بھی کھلا لے جانا پسند نہ کرتی تھیں اور اس غم میں گھلی جاتی تھیں کہ کسی غیر کو ان کی میت نظر نہ آجائے۔

اس میں ہمارے لیے ایک تو یہ سبق ہے کہ مستورات کے جنازہ میں پردے کا خاص انتظام کرنا چاہیے اور کسی صورت میں بھی بے پردگی نہ ہونے دینی چاہیے۔ اور غیر مردوں کا

❶ الإستیعاب في معرفة الأصحاب:2/114۔ ❷ البدایة والنهایة:6/333۔ ❸ کنز العمال:3/318، طبع قدیم۔ ❹ ریاض النضرہ:1/156۔ ❺ طبقات ابن سعد:8/29۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورتوں کو دیکھنا سخت منع ہے۔ جیسا کہ کئی لوگ کرتے ہیں اسے ختم کرنا چاہیے۔

دوسرا سبق یہ کہ مسلم خواتین کو حیادار بننا چاہیے۔ وہ جتنی شرمیلی ہوں گی اتنی ہی دین و دنیا میں مقبول ہوں گی اور بڑا درجہ پائیں گی۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو قبرستان بقیع میں دفن کیا گیا۔ جناب شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تدفین کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تعزیت کی۔ جملہ صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم کو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات سے بہت صدمہ ہوا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رحلت کے بعد اگر چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور نکاح بھی کیے۔ مگر وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کبھی نہ بھولے۔ ان کی اعلیٰ صفات کو یاد کر کے روتے اور آہیں بھرتے تھے۔ سیدہ کی وفات کے بعد کسی شخص نے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ فرمایئے! دختر رسول صلی اللہ علیہ وسلم (فاطمہ رضی اللہ عنہا) کیسی بیوی تھیں؟ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: وہ ایک ایسے خوبصورت پھول کی مانند تھیں جس کی خوشبو سدا بہار ہوتی ہے اور وہ مرجھانے کے بعد بھی قلب و دماغ کو معطر کرتی ہے۔

اسی طرح کسی نے ان سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تعریف پوچھی کہ وہ کن خصائل کی سرمایہ دار تھیں؟ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کی تعریف و توصیف اس قابل نہیں کہ دو چار لفظوں میں بیان ہو سکے۔ ان کی شان دنیا کی تمام خواتین سے بالاتر تھی۔

یاد رکھیے! جو عورتیں نیک خصلت، نیک خو، نیک دل ہوتی ہیں وہ مرنے کے بعد بھی اپنے پیچھے نیکی چھوڑ جاتی ہیں۔ جو یادگار رہتی ہیں اور ان کے پسماندگان ان کی نیکیوں کی وجہ سے ہی انہیں یاد کرتے اور روتے ہیں۔

ہماری بہنوں اور بیٹیوں کو بھی نیک اور صالح بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اور چار دن کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زندگی میں نیکی کا وہ بیج بونا چاہیے جو زمانے میں یادگار رہے۔کسی نے سچ کہا ہے:

اس طرح جی کہ بعد مرنے کے
یاد کوئی تو گاہ گاہ کرے

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر ہماری مائیں، بہنیں، بیٹیاں اور بہوئیں حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی پاک سیرت کو مشعل راہ بنالیں تو ان شاء اللہ وہ کبھی بھٹک نہیں سکتیں۔ آپ کے پاکیزہ اعمال واسوہ سے وہ کئی قسم کے ایسے قیمتی سبق لے سکتی ہیں جوان کی دنیا بھی سنوار سکتے ہیں عقبیٰ بھی۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں مقبول ہو کر کوئی اچھا مرتبہ و منصب بھی پا سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی توفیق بخشے کہ وہ صحیح معنوں میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی محب و پیروکار نظر آئیں۔ آمین۔

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ہم بڑے شوق اور محبت سے اپنی بیٹیوں کے نام نبی کریم ﷺ کی ازواج اور بنات رضی اللہ عنہن کے نام پر رکھتے ہیں-------

مگر ان کے اعلیٰ کردار، شرم وحیا، دین سے محبت، اخلاص اور پردے کی اہمیت سے بہت کم خواتین و حضرات آشنا ہیں۔

آگہی کے اس پہلو کو عوامی سطح پر متعارف کرانے کے لیے اصلاحی انداز میں مولانا حکیم عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ نے سیرت عائشہ صدیقہ اور سیرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا مرتب کیں۔

یہ بات دعوے سے کہی جاسکتی ہے کہ خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی سیرت کو آج کی نوجوان نسل کے سامنے رکھا جائے تو ان کی زندگی کا رخ ہی بدل جائے------- اور اللہ بہترین کارساز ہے۔

مسلم پبلیکیشنز
12 عثمان غنی رضی اللہ عنہ روڈ سنت نگر، لاہور
25 بادیہ حلیمہ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
0322-4044013,0321-4259678
042-37249678,042-37247266
مسلم پبلیکیشنز
MUSLIM PUBLICATIONS
0001011215